۲۰۱۶ء

گیلین

لارنس کالج، گھوڑا گلی، مری

بسم الله الرحمن الرحيم

مجلسِ ادارت

گیلین ۲۰۱۶ء

سر پرستِ اعلیٰ

بریگیڈیئر (ر) مجاہد عالم

(پرنسپل)

نگران

محمد ارشد اقبال چوہدری

(وائس پرنسپل، ہیڈ ماسٹر سینئر سکول)

مدیرِ اعلیٰ

ملک ذوالفقار علی سجاد

مدیران

حیدر زمان عباسی (صدر شعبہ اردو)، ریاض احمد، عارف خان، زرینہ یوسف، فرخندہ شاہین

طالب علم مدیر

حسن محی الدین گیلانی

معاون مدیران

وقاص جمال، وقار احمد بگٹی، گل شیر، مامون خان، عثمان اسحاق، احسان الحق اعوان

مجلسِ ادارت

بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں:

زرینہ یوسف (مدیر)، احسان الحق اعوان (معاون مدیر)، مامون خان (معاون مدیر)، ریاض احمد (مدیر)، وقاص جمال (معاون مدیر)، حسن محی الدین گیلانی (طالب علم مدیر)، ملک ذوالفقار علی سجاد (مدیرِ اعلیٰ)، بریگیڈیئر (ر) مجاہد عالم (پرنسپل، سرپرستِ اعلیٰ)، محمد ارشد اقبال چوہدری (وائس پرنسپل، نگران)، حیدر زمان عباسی (مدیر، صدر شعبہ اردو)، وقار احمد کیانی (معاون مدیر)، عارف خان (مدیر)، گل شیر (معاون مدیر)، عثمان اسحاق (معاون مدیر)، فرخندہ شاہین (مدیر)

اشاریہ

۱۔ مدیر کے قلم سے ۰۶
ب۔ طالب علم مدیر کے قلم سے ۰۷

صراط المستقیم

۱۔ حضرت محمد ﷺ۔ عظیم رہنما — فیضان صدیق ۱۰
۲۔ گوہر ہائے آب دار — محمد سیف اللہ حیدر عباسی ۱۱
۳۔ خدا بھیجتا ہے درود جس پر — محمد عمر بلوچ ۱۲
۴۔ ایمانداری — حبیب اللہ ۱۲
۵۔ موت۔ ایک اٹل حقیقت — عبدالرحمٰن مسعود ۱۳
۶۔ بہن کی استقامت — عبداللہ فیصل ڈار ۱۴
۷۔ سلام۔ سلامتی کا پیغام — داؤد خان ترین ۱۵
۸۔ دنیا کی خوب صورت ترین مساجد — حمزہ خلیل ۱۶
۹۔ حضرت اویس قرنیؓ — منیر شاہ ۱۸
۱۰۔ پیاری ماں — سید ماجد حسین شاہ ۱۸

میرا مذہب انسانیت

۱۱۔ اسلام، امن عدل اور علم و دانش کا مذہب — سلمان مسعود ۲۰
۱۲۔ سب کا ایدھی — گرگین بلوچ ۲۱
۱۳۔ پیغامِ انسانیت — احسان الحق اعوان ۲۲
۱۴۔ شجر اور رائے — ہارون ملک ۲۳
۱۵۔ عبدالستار ایدھی۔ عظیم محسن — صہیب رزاق ۲۴
۱۶۔ عبدالستار ایدھی۔ ایک عہد ساز شخصیت — وقاص جمال ۲۵
۱۷۔ عبدالستار ایدھی۔ فخرِ پاکستان — عبداللہ ٹیپو ۲۶
۱۸۔ ایدھی کی خدمات — محمد مامون خان ۲۷
۱۹۔ سرچشمہ اخوت۔ ڈاکٹر امجد ثاقب — حبیب اچکزئی ۲۸
۲۰۔ بیگم سلمیٰ کشور جان — محمد اسامہ ۲۹
۲۱۔ مسیحا پاکستان۔ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد اویس — وشاآف مری ۳۰
۲۲۔ الشریف فاؤنڈیشن — فواز احمد ڈار ۳۱
۲۳۔ بریگیڈیئر (ر) مجاہد عالم ایک انسان دوست شخصیت — حسن محی الدین ۳۲
۲۴۔ انسانی حقوق — جہاں زیب بگٹی ۳۴

۲۵۔ رمضان چھیپا — روحان سعید ۳۵
۲۶۔ خالدہ بروہی — اویس اختر چوہدری ۳۵
۲۷۔ ڈاکٹر ادیب الحسن رضوی — گل شیر ۳۶
۲۸۔ پروین سعید — فرہمند خان بازئی ۳۶
۲۹۔ اعتزاز حسن بنگش شہید — حسام شفیق چیمہ ۳۷
۳۰۔ انصار برنی — شاہ زیب حسن راؤ ۳۸
۳۱۔ میجر لینگ لینڈز — ابوبکر سعید ۳۹
۳۲۔ ماسٹر ایوب خان — ثاقب علی ۳۹
۳۳۔ ڈاکٹر سعید اختر — محمد ہیثم خان ۳۹
۳۴۔ حکیم محمد سعید — اُمل خان ۴۰
۳۵۔ بے سالک — محمد احمد ۴۰

ندرتِ خیال

۳۶۔ یومِ اقبال — مرید سلطان — ۴۲
۳۷۔ اقبال کا مردِ مومن — سید مہدی شاہ — ۴۳
۳۸۔ فکرِ اقبال کا فروغ — وقار احمد بگٹی — ۴۴
۳۹۔ بہار کا موسم — سیف اللہ جاوید — ۴۴
۴۰۔ اسلام آباد لٹریچر فیسٹیول ۲۰۱۶ء — ولی اللہ جمالی — ۴۵
۴۱۔ اچکزئی — مصور خان اچکزئی — ۴۷
۴۲۔ قصے کہانیاں — رافع امان تارڑ، آزمیر حسن — ۴۸
۴۳۔ مینارِ پاکستان — محمد علی مرزا — ۴۸
۴۴۔ برہان وانی — عبدالباسط خان — ۴۹
۴۵۔ جدید دفاعی ہتھیار — بدر نعیم — ۵۰
۴۶۔ ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری — میاں حسن یار موہل — ۵۱
۴۷۔ سندھ ایک عظیم صوبہ — عبدالرافع — ۵۱
۴۸۔ وادیٔ ملاکنڈ — فیضان ناصر — ۵۲
۴۹۔ پائلٹ آفیسر راشد منہاس — سمیع اللہ عمرانی — ۵۲

سخنِ نو

۵۰۔ کنگن — سید غلام سرور — ۵۴
۵۱۔ دس منٹ — ناصر خان — ۵۵
۵۲۔ انوکھا پھل — عماد احمد — ۵۶
۵۳۔ ہم نے تیمارداری کی — اجمل نیازی — ۵۷
۵۴۔ لطیفہ — سعد اللہ — ۵۷
۵۵۔ دیا — احمد سجاد — ۵۸
۵۶۔ حیَّ علی الفلاح — محمد عمیر سرور — ۵۹
۵۷۔ گھوڑوں کا کھیل — سید ولید قمر شاہ — ۶۰
۵۸۔ ون ویلنگ کا انجام — حافظ ابو ہریرہ — ۶۱
۵۹۔ خوشامد بری بلا ہے — حبیب اللہ — ۶۱
۶۰۔ اڑان — قیس محمود — ۶۲
۶۱۔ ایک درخت کی آپ بیتی — سردار ثناءاللہ — ۶۳
۶۲۔ نیند اور کھیلیں — عثمان اسحاق — ۶۴

خوشبو

۶۳۔ حمد باری تعالیٰ (انتخاب) — محمد رافع علی — ۶۶
۶۴۔ نعتِ رسولِ مقبول ﷺ — علی عثمان — ۶۶
۶۵۔ خودکلامی — محمد آصف بلوچ — ۶۶
۶۶۔ عبدالستار ایدھی — محمد نافع — ۶۷
۶۷۔ علم — محمد سروش خان — ۶۷
۶۸۔ جگنو — حسنین خان — ۶۷
۶۹۔ فطرت کے ہیں رنگ نرالے — حارث علی — ۶۷
۷۰۔ کوئی بات ہے — محمد شاہ میر ہاشمی — ۶۸
۷۱۔ یاد — ملک مصطفیٰ — ۶۸
۷۲۔ خالہ جان — ہدائم بابر عباسی — ۶۸

مدیر کے قلم سے

روزِ اول سے انسانیت کے لیے سب سے بڑا خطرہ عدم برداشت ہے۔ عہدِ حاضر میں یہ خطرہ اپنی انتہاؤں کو چھوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ سسکتا ہوا انسان دہائی دے رہا ہے کہ عدم برداشت کسی بھی شکل میں ہو، ناقابلِ قبول ہے۔ نسلی، مذہبی، سیاسی، لسانی اور رنگ جیسی بنیادوں پر پھیلتے ہوئے عدم برداشت کے بڑھتے ہوئے جذبات نے ہر طرف خون کی ندیاں بہا دی ہیں۔ جسے دیکھتے دیکھتے چشمِ فلک کے آنسو بھی خشک ہو گئے ہیں۔

محبت یا نفرت، انتخاب انسان کے ہاتھ میں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محبت انسان کو سکون بھی دیتی ہے اور اُس کی شخصیت کو خوبصورت بھی بناتی ہے۔ محبت یا نفرت میں سے کسی ایک کا چناؤ نسل در نسل اپنا اثر چھوڑتا ہے۔ قول مشہور ہے:

''آنے والے تمام زمانوں میں کھلنے والے تمام پھولوں کے بیج 'آج' میں موجود ہیں۔''

یاد رکھیے، بردباری اور برداشت ہی ایسا بیج ہے کہ جو ہماری آنے والی نسلوں کو سکون کے ساتھ رہنے کا موقع فراہم کر سکتا ہے۔ ہم جس محبت یا نفرت کو آج فروغ دیں گے، وہ ہی ہماری نسلوں میں اثر پذیر ہو کر اپنا روپ دکھائے گی۔

ہماری مثبت سوچ رواداری کو فروغ دینے کا اصل منبع ہے۔ دوسروں کے بارے میں مثبت سوچ رکھیں۔ اپنے ملنے جلنے والوں سے مثبت خیالات کا تبادلہ کریں۔ سنسنی خیز خبریں پھیلانے سے گریز کریں، نیکی اور بھلائی کی خبریں عام کریں۔ انسانیت کی خدمت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ وہ لوگ جو کسی بھی نعمت سے محروم ہیں، اُن کے ساتھ وقتاً فوقتاً اچھا وقت گزاریں۔ ایسے چھوٹے چھوٹے مواقع، جن میں آپ تھوڑی سی کوشش کے ساتھ دوسروں کے چہروں پر مسکراہٹ لا سکیں، ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ مثبت سوچ اپنے ساتھ رہنے والوں میں بھی پھیلائیں۔ اپنے عقیدے پر مضبوط رہیں اور کسی دوسرے کے عقیدے کو مت چھیڑیں۔ ایسی انفرادی کوششیں معاشرے میں اجتماعی تبدیلی کا باعث بنتی ہیں۔ الحمدللہ! لارنس کالج میں میرا ادارہ جناب بریگیڈئر (ر) مجاہد عالم کی بصیرت افروز قیادت کے سبب طلبا میں رواداری اور یگانگت کے جذبے کے فروغ کے لیے جو عملی اقدامات اٹھائے گئے اُن کا عکس طلبا کے افعال و کردار میں نمایاں نظر آتا ہے۔

سال ۲۰۱۶ء کا مجلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ امید ہے آپ نوخیز لکھاریوں کی غلطیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اُن کی کوشش کی داد دیں گے۔ پرنسپل لارنس کالج بریگیڈئر (ر) مجاہد عالم کی رہنمائی اور وائس پرنسپل ارشد اقبال چودھری کی معاونت نے ہر مشکل مرحلے کو آسان بنایا۔ مجلس ادارت میں شامل رفقائے کار اور طلباء کی مدد کے بغیر اس مجلّے کی تکمیل ممکن نہ تھی۔ میں سب معاونین کا شکر گزار ہوں اور اس مجلّے کی اشاعت پر سب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

ملک ذوالفقار علی سجاد

طالب علم مدیر کے قلم سے

خدائے لم یزل کا نسلِ انسانی پر احسانِ عظیم ہے کہ اُس نے انسانوں کو سوچنے، سمجھنے اور سیکھنے کی صلاحیت عطا کی۔ انھی تین چیزوں کے مجموعے کو تجربہ کہتے ہیں۔ ایک انسان زندگی کے مختلف مراحل میں مختلف تجربات سے گزرتا ہے۔ ان تمام مرحلوں میں اہم ترین وقت وہ ہوتا ہے جب وہ اپنی درس گاہ میں قدم رکھتا ہے۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب اُس کی شخصیت، اس کی سوچ اور افکار کے سانچے تشکیل پاتے ہیں۔ اس مرحلے میں اُس کا رہنما اُس کا استاد ہوتا ہے۔ مجھے فخر ہے کہ میں لارنس کالج کے اساتذہ سے تعلیم و تربیت کے مختلف مراحل میں فیض یاب ہو رہا ہوں۔

لارنس کالج قدیم روایات کا حامل اور جدت کو فروغ دینے والا ادارہ ہے۔ اسے ''منی پاکستان'' بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وطنِ عزیز کے کونے کونے سے آئے ہوئے متلاشیانِ علم یہاں کے تجربہ کار اساتذہ سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ لارنس کالج میں تعلیم کے ساتھ ساتھ طلباء کی تربیت اور کردار سازی پر بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

یہاں جناب پرنسپل بریگیڈیئر (ر) مجاہد عالم کو خراجِ تحسین پیش نہ کرنا زیادتی ہوگی۔ جن کی قیادت میں کالج بلندیوں کا سفر طے کر رہا ہے۔ آپ نے طلبا میں تخلیقی صلاحیتوں کی نشو و نما اور انھیں پروان چڑھانے کے لیے کئی ٹھوس اقدامات کیے ہیں۔ ان اقدامات میں تعلیمی نتائج کی بنیاد پر وظائف کا اجراء، ہاؤسز کے درمیان فی البدیہہ تقریری مقابلہ جات، کھیل کے میدان میں نمایاں کامیابی سمیٹنے والے طلبا کی حوصلہ افزائی، بہترین اساتذہ کی تقرری اور اساتذہ کرام کے لیے وقتاً فوقتاً تربیتی ورکشاپوں کا انعقاد، طلباء کے لیے ملک کے نامور اور شہرت یافتہ افراد کے تعمیری لیکچرز کا اہتمام، طلبا کی انفرادی و اجتماعی بہتری کے لیے شاندار کاوشیں ہیں۔ یہ آپ کی علم دوستی کا بین ثبوت ہے کہ آپ نے کالج لائبریری میں بیش بہا قیمتی اور مفید کتب کا قابلِ قدر اضافہ کیا۔

تعلیمی میدان میں گیلینز نے امتیازی کامیابیاں اپنے دامن میں سمیٹی ہیں۔ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن، راولپنڈی کے جماعت نہم کے نتائج میں ایمل خان نے ۹۴ فی صد اور میٹرک کے نتائج میں رضوان حیدر اور جنید اشرف نے ۹۶ فی صد نمبروں سے کامیابی حاصل کر کے ادارے کا نام روشن کیا۔ راقم الحروف نے بھی اساتذہ کی محنت اور کاوشوں کی بدولت بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن، راولپنڈی کے انٹرمیڈیٹ سالِ اول کے امتحانات میں ۹۳ فی صد نمبر لے کر ادارے کا وقار بڑھایا۔ یہ سب میرِ ادارہ کی رہنمائی اور علم دوست پالیسیوں کی بدولت ممکن ہوا ہے۔

رواں تعلیمی سال کا مجلّہ ''گیلین ۲۰۱۶ء'' پیشِ خدمت ہے۔ یہ وہ فورم ہے جہاں مستقبل کے معمار، یعنی طلبا اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے تخیل کے صحرا میں تخلیق کا نخلستان وجود میں لاتے ہیں۔ یہ مجلّہ ہمہ جہت اور متنوع خصوصیات کا حامل ہے جہاں اسلام کے بنیادی نظریات سے لے کر فلسفے کے علوم تک، طلبا اپنے قلم کی دھار سے جہالت کے سائے مٹاتے نظر آتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ کو یہ تحریریں گلشن میں کھلنے والے نئے پھولوں کی نوید دیں گی۔

حسن محی الدین گیلانی

انٹرمیڈیٹ سالِ دوم ۲۰۱۷ء

او۔لیول ۲۰۱۷ء

صِراطِ المُستقِيم

حضرت محمد ﷺ عظیم رہنما

فیضان صدیق
انٹرمیڈیٹ سالِ دوم، ونگ ہاؤس

رہنما کون ہوتا ہے؟ رہنما وہ ہوتا ہے جو لوگوں کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ جیسے جہاز کا کپتان، فوج کا سربراہ وغیرہ۔ رہنما کی خوبی یہ ہے کہ وہ سچا ہوتا ہے۔ اُسے علم ہوتا ہے کہ دوسروں سے کیسے بات کی جاتی ہے۔ وہ مشکلات سے ٹکرانے کی جرات و ہمت رکھتا ہے۔ مشکل وقت میں دوسروں کے لیے امید اور حوصلے کا سبب بنتا ہے۔ لوگوں کے لیے تعلیم و تربیت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ ایک کامیاب ترین رہنما کی تمام تر خوبیوں سے متصف ذات ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہی ہو سکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک عظیم رہنما تھے جنھوں نے بگڑی ہوئی قوم کو سدھارا اور اس قوم کو دنیا کی عظیم ترین قوم بنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی نے قوموں کی تقدیر بدل دی۔ سورۃ الاحزاب میں ارشادِ ربانی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾

”تم کو پیغمبرِ خدا کی پیروی (بہتر) ہے۔ (یعنی) اس شخص کو جسے خدا (سے ملنے) اور روزِ قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ خدا کا کثرت سے ذکر کرتا ہو۔“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس اپنے اندر رہنمائی کی تمام خصوصیات سموئے ہوئے تھی۔ اُن کی زندگی ایسی بے شمار مثالوں سے عبارت ہے کہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات سے ایک عظیم رہنما کی خوبیاں آشکار ہوتی ہوں۔ ذیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کی بطور رہنما چند ایک خصوصیات بیان کی جا رہی ہیں:

کسی بھی منزل کے حصول کے لیے راستے کی مشکلات سے آگاہی اور معاملہ فہمی بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ حالات و واقعات کو مدِنظر رکھتے ہوئے آنے والے وقت کے حوالے سے فیصلے دور اندیش فرد ہی کر سکتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہلی نظر میں آنے والے وقت کا ادراک کر لیا کرتے اور فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگاتے تھے۔ فتح مکہ سے پہلے ۱۴۰۰ لوگوں کے ساتھ عمرہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن جب آپ وہاں پہنچے تو قریش نے کہا آپ اس سال نہیں اگلے سال عمرہ کر سکتے ہیں۔ نیز یہ کہ جو مسلمان مکہ میں داخل ہوگا وہ واپس نہیں جا سکتا اور جو قریش کا آدمی مسلمانوں کے پاس جائے گا وہ بے فکر واپس آ سکتا ہے۔ یہ معاہدہ صلح حدیبیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

جو مسلمان سن رہے تھے انہوں نے کہا کہ یہ معاہدہ قریش کے حق میں ہوا ہے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہونے لگی اور قریش کمزور پڑ گئے۔ مسلمانوں نے یہ تمام عرصہ کسی لڑائی کے لیے پیش قدمی نہیں کی۔ قریش ہی اپنے حق میں کیے گئے معاہدے سے پھر گئے

اور اُن کے معاہدہ توڑنے کے بعد جب مسلمانوں نے مکہ کی طرف پیش قدمی کی تو انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔

رہنما کے لیے یہ خوبی بہت اہم ہوتی ہے کہ اُس کے ماننے والے دل و جان سے اس پر ایمان لے آئیں۔ ایسا اسی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی ذات میں ایسی خوبیاں رکھتا ہو کہ جو دوسروں کے لیے مثال ہوں۔ زندگی کے ہر پہلو کے حوالے سے، دنیا میں بسنے والے ہر فرد کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس ایک بہترین نمونہ ہے۔

دوسروں سے کام لینے کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں، اول دوسروں کو مجبور کر کے اور دوم دوسروں کا بھروسا جیت کر۔ حقیقی رہنما وہی ہوتا ہے کہ جس کی ذات پر سبھی کو بھروسا ہو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک ایسے ہی رہنما ہیں کہ جن کے ماننے والے اُن پر جان نثار کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کی پریشانیوں میں اُن کے ہمراہ ہوتے، اُن کے غم میں شریک ہوتے۔ یہی ایک عظیم رہنما کی خوبی ہوتی ہے کہ جس کی بناء پر وہ سب کے دل جیت لیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ پر اعتماد کرتے اور اُن کا اعتماد پختہ ہوتا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوگوں کی بہترین پہچان رکھنے والے تھے۔ جس کو جو فریضہ سونپتے وہ اپنے انتخاب کی درست اہلیت ثابت کرتا۔

ہر کامیاب رہنما مثبت سمت میں بے فکری سے قدم اُٹھاتا ہے۔ وہ کوئی بھی فیصلہ مجبوری کی حالت میں نہیں کرتا۔ مشکلات جیسی بھی ہوں وہ اپنے قدم جمائے رکھتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلانِ نبوت کے بعد جن مشکلات کا سامنا کیا اُن کا بیان ممکن نہیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی استقامت ایسی کہ ایک لمحہ کو بھی قدم نہ ڈگمگائے۔ کتنے ہی کٹھن حالات ہوئے، بہترین فیصلے کیے، جن کی سچائی آنے والے وقت نے ثابت کر دی۔ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کا حکم ہوا تو یارِ غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ سفر اختیار کیا۔ کچھ دیر جب غار میں پڑاؤ ڈالا تو دشمن سر پر پہنچ گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ گھبرا گئے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حوصلہ بلند رہا۔ عزم و حوصلے سے حضرت ابوبکرؓ کی ہمت ان الفاظ میں بڑھائی:

"گھبراؤ مت، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ میں موجود اَن گنت خوبیوں میں سے چند خوبیوں کا بیان ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس میں موجود رہبر و رہنما کی وضاحت کرتی ہیں۔ بلاشبہ آپ کی ذات ہر فرد کے لیے قابلِ تقلید اور باعثِ رحمت ہے۔

گہر ہائے آبدار

محمد سیف اللہ حیدر عباسی
جماعت پنجم، ونگ ہاؤس

۱۔ جب تمہیں اپنی کسی نیکی سے خوشی اور گناہ سے تکلیف ہو تو یہ تمہارے ایمان کی علامت ہے۔
۲۔ خدا سے قربت چاہتے ہو تو اُس کے محبوب بندوں کے قریب ہو جاؤ۔
۳۔ گناہ اندھیرا اور تقویٰ اس کا چراغ ہے۔
۴۔ خدا جاننے سے نہیں، ماننے سے ملتا ہے۔
۵۔ بیل کی طرح سہارا ڈھونڈنے سے بہتر ہے کہ درخت کی طرح سہارا دو۔
۶۔ قدر شناس کوئی ملے یا نہ ملے، تم اپنی نیکی کا سلسلہ بند نہ کرو۔

جس پر خدا بھیجتا ہے دُرود

محمد عمر بلوچ
انٹرمیڈیٹ سال اول، ونگ ہاؤس

کائنات کے آغاز سے لے کر اب تک بہت سی عظیم ہستیاں گزری ہیں جو بہت ہی احترام کے قابل ہیں لیکن ایک ہستی ایسی ہے کہ جس کے آنے سے جان لینے والے جان دینے والے بن گئے اور لوٹنے والے محافظ ہو گئے۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدتِ مدید سے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی دنیا کو تاریکی سے نکال کر اُجالوں سے منور کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں۔ ہم جتنا بھی چاہیں اِن کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتے۔ ہم اتنے خوش نصیب ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُمتی ہیں۔ پہلے زمانے کے پیغمبروں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُمتی بننے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کریں۔ اُن کی سنتوں پر عمل کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر درودِ پاک بھیجتے رہا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے عافیت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجنا ایک ایسا فعل ہے جو کہ ریا کاری میں بھی قبول ہو جاتا ہے۔ حالانکہ کسی اور عبادت میں ریا کاری آ جائے تو وہ ناقابلِ قبول ہو جاتی ہے۔ آپ کا وضو ہو یا نہ ہو، آپ درود پاک پڑھ سکتے ہیں۔ سورۃ احزاب میں رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ سورۃ احزاب

”بے شک اللہ اور اس کے فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجا کرو۔“

ایمان داری

حبیب اللہ
جماعت چہارم، رائٹ ہاؤس

شیخ ابوالعباس ایک جید عالم گزرے ہیں۔ ایک دفعہ وہ دکان پر اخروٹ خریدنے گئے۔ دکان دار نے ملازم سے کہا کہ اخروٹ چن کر دینا۔ آپ نے دُکان دار سے پوچھا کہ کیا تم اپنے ملازم کو یہ حکم ہر خریدار کے لیے دیتے ہو؟ دکان دار نے کہا کہ نہیں یہ حکم تو میں نے آپ کے لئے دیا ہے۔ شیخ ابو العباس نے یہ سن کر فرمایا کہ میں چند اخروٹوں کے بدلے میں اپنا علم نہیں بیچ سکتا۔ یہ فرما کر وہ اخروٹ خریدے بغیر واپس چلے گئے۔

موت.........ایک اٹل حقیقت

عبدالرحمٰن مسعود
انٹرمیڈیٹ سالِ دوم، پریفیکٹ واکر ہاؤس

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (سورۃ آلِ عمران:۱۸۵)

ترجمہ: ہر ذی روح کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

پیدائشِ انسان سے لے کر آج تک دنیا کا یہ اصول رہا ہے کہ جو جاندار اس زمین پر آیا، اُس نے ایک نہ ایک دن اپنے رب کے پاس لوٹنا ہے۔ اسکندرِ اعظم نے جب آدھی دنیا فتح کی تھی تو اُس کے ذہن میں یہ بات کبھی بھی نہیں آئی ہوگی کہ اُس نے بھی اسی زمین میں دفن ہو جانا ہے۔ خدا نے قرآن مجید میں اپنے بندوں کو اس بات کا یقین دلایا ہے کہ میں نے تم کو پیدا کیا ہے اور میں ہی تمھیں موت دوں گا۔ اِس دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں، اُن سب کا یہ مکمل یقین ہے کہ موت اٹل ہے۔ مگر موت کے بعد کیا ہوگا اس پر ضرور اختلاف ہے۔ ہندوؤں کا ماننا ہے کہ جب انسان کا جسم مر جاتا ہے تو اس کی روح کسی اور دنیا میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اِدھر کچھ عرصہ رہنے کے بعد اس کی روح واپس اس کے جسم میں بھیج دی جاتی ہے۔ یہ اس شخص کا دوسرا جنم ہوتا ہے۔ بدھ مت کے پیروکار بھی اسی بات کو مانتے ہیں کہ دنیا میں جب موت آئے گی تو انسان کو ایک اور جنم مل جائے گا۔ اس جنم میں اس شخص کو جو کچھ بھی ملے گا وہ اس کے پچھلے جنم کے اعمال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہوگا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کا ماننا ہے کہ اس فانی دنیا کے بعد ایک اور جہاں ہوگا جدھر موت کی حقیقت نہیں ہوگی، مگر اِن میں بھی اختلاف ہے۔ عیسائیوں کا یہ ماننا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا ہوا ہے، اس لیے اب وہ لوگ اس جہاں میں کوئی بھی گناہ کریں، آخرت میں انھیں جنت بہر صورت ملے گی۔ یہودیوں کا ماننا ہے کہ وہ خدا کی اولاد ہیں اور اللہ کے پسندیدہ ہیں۔ وہ جو بھی گناہ کریں، وہ جنت کے حقدار ہیں۔ دینِ اسلام بھی موت کی حقیقت کو مانتا ہے مگر ذرا مختلف انداز سے۔

موت کے بعد وہ زندگی شروع ہوگی کہ جس کا اختتام نہیں ہوگا۔ وہاں اس دنیائے فانی میں کیے گئے اعمال کا حساب دینا ہوگا اور پھر اعمال کے نتیجے میں جنت اور جہنم کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اُس وقت کے بارے میں قرآنِ شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے ذرہ برابر بھی گناہ اور ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی اُس کو اُس کا پورا صلہ مل جائے گا۔ درج بالا باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ موت تو بہر صورت آنی ہے اور اُس کے بعد حساب کتاب ہونا ہے مگر افسوس ہم یہ جانتے ہوئے بھی کچھ نہیں کرتے۔ بقول شاعر:

؎ موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

زندگی کا کیا بھروسا کس لمحے ختم ہو جائے۔ کس وقت خدا اپنے پاس واپس بلالے اور انسان کی سانسوں کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ شخص جس کے پاس رہنے کو گھر اور پینے کو پانی نہ ہو، اُسے دو گز سفید کپڑے میں لپٹ کر زمین میں دفن ہو جانا ہے۔ بالکل اس شخص کی طرح جسے زندگی کی ہر آسائش میسر تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دنیا میں اس طرح جیو جیسے کوئی مسافر ہو۔ اس فرمان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جہانِ فانی کی رنگینیوں میں گم نہیں ہونا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہتے تھے اور صحابہ کو اخروی زندگی کی تلقین فرماتے تھے۔ انہوں نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ دنیا فانی ہے اور ہمارا اصل مقام یہ دنیا نہیں بلکہ جنت ہے۔

بہن کی استقامت

عبداللہ فیصل ڈار

جماعت نہم، واکر ہاؤس

کتبِ سیر میں ہے کہ ایک روز حضرت عمرؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قتل کے ارادے سے گھر سے نکلے۔ بدن پر ہتھیار سجا رکھے تھے۔ بے انتہا غصے میں نظر آ رہے تھے کہ اتنے میں نعیم بن عبداللہ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے پوچھا، عمرؓ خیر تو ہے؟ اتنے غصے میں کیوں ہو؟ کہاں کا ارادہ ہے؟ جواب میں آپؓ نے کہا ”آج میں (نعوذ باللہ) محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کا جھگڑا ختم کرنے جا رہا ہوں۔“ حضرت نعیمؓ نے اس ارادے سے باز رہنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو، تمہارے بہن اور بہنوئی بھی اپنا آبائی مذہب ترک کر کے دینِ اسلام سے وابستہ ہو چکے ہیں۔

اُلٹے پاؤں حضرت عمرؓ اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ بہنوئی اور بہن کو اتنا مارا کہ ان کا جسم لہولہان ہو گیا۔ عمرؓ تھک گئے تو کہنے لگے: کان کھول کر سن لو کہ تمہیں دینِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چھوڑنا پڑے گا۔ ورنہ اپنی تلوار سے تم دونوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ حضرت عمرؓ کی بات سُن کر بہن بولی: ”عمرؓ! اگر ہم کو تو مار بھی ڈالے، شکنجوں میں بوٹیاں کروا دے، تو بھی ہم دینِ حق سے باز آنے والے نہیں ہیں، بلندی معرفت کی مل گئی ہے، اب گر نہیں سکتے۔“

ہمشیرہ کی جرات و استقامت اور بے خوف گفتار سُن کر آنکھیں کھل گئیں۔ بہن اور بہنوئی کی جانب غور سے دیکھا۔ اب عمرؓ پر ایک عالم کیف طاری ہو گیا۔ ندامت سے گردن جھک گئی۔ تھوڑی دیر بعد جب سر اٹھایا تو پیشانی پر پسینے کے قطرے اور آنکھیں اشک بار تھیں۔ بھرائی ہوئی آواز میں بولے: بہن وہ کتاب جو تم پڑھ رہی تھی وہ ذرا مجھے بھی دکھانا۔ آپ کی ہمشیرہ نے جواب دیا کہ اُس کتاب کے چھونے کے لیے پاک صاف ہونا شرط ہے۔ لہٰذا آپ پہلے غسل کریں پھر اس کتاب کو ہاتھ لگائیں۔ آپؓ نے بہن کے کہنے پر غسل کیا اور پھر اوراقِ قرآن کو ہاتھ لگایا اور پڑھنا شروع کیا۔ ابھی چند ہی آیات تلاوت کی تھیں کہ پکار اٹھے، اے ہمشیرہ! مجھے بھی دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں لے چلو تا کہ میں بھی ایمان و یقین کی دولت سے بہرہ وَر ہو سکوں۔ یہ سُن کر حضرت خبابؓ باہر تشریف لائے اور کہنے لگے: اے عمرؓ! مبارک و بشارت ہو، مجھے یقین ہے کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس دعا کا جواب ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات کی شب کی تھی اور اللہ کے حضور عرض کی تھی کہ اے اللہ! تو عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام کے ذریعے سے اسلام کو عزت و سر بلندی اور قوت و غلبہ عطا فرما۔

غرض حضرت خبابؓ نے حضرت ارقمؓ کے مکان کا رُخ کیا جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ آپؓ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے، کلمہ شہادت پڑھا اور آغوشِ اسلام میں چلے گئے۔ یہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا کے اثرات تھے کہ ایک بہن کی استقامت نے بھائی کو دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہو کر فاروقِ اعظم بننے کی سعادت کا موقع فراہم کیا۔

سلام......سلامتی کا پیغام

داؤد خان ترین
انٹرمیڈیٹ سال دوم، پر نفیکٹ واکر ہاؤس

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک کامل مومن نہ بن جاؤ۔ اور تم کامل مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں وہ کام نہ بتاؤں کہ جب تم ایسے کرو تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو (وہ یہ ہے کہ) تم آپس میں سلام پھیلاؤ۔''

سلام اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے اور السلام علیکم کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تمہارا محافظ ہو۔ یہ مفہوم ابنِ عربی نے احکام القرآن میں بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور (مسلمانو!) جب تم کو کسی طرح پر سلام کیا جائے تو تم (اس کے جواب میں) اس سے بہتر طور پر سلام کرو (یا کم از کم) ویسا ہی جواب دو۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا حساب رکھنے والا ہے۔''

سلام کے کلمے سے بندۂ مومن یہ اعلان کرتا ہے کہ تم میرے ہاتھ اور زبان سے محفوظ ہو اور تمہاری جان و آبرو کی مکمل نگہداشت ہو گی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

''مسلمان تو وہی ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

اسلام جس چیز کا حکم دیتا ہے اس میں انسان کی کوئی نہ کوئی بھلائی ضرور ہوتی ہے۔ اسلام نے ایک دوسرے سے اظہارِ محبت کے لیے ''السلام علیکم'' کے الفاظ ترتیب دیے ہیں۔ تمام قومیں محبت کے لیے مختلف کلمات استعمال کرتی ہیں۔ مثلاً عرب کے باشندے ''انعم اللہ بک عینا'' اور ''انعم اللہ بک حیاما'' کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ایران والے بوقتِ ملاقات ''ہزار سال بزی'' یعنی ہزار برس جیو کا فقرہ استعمال کرتے ہیں۔ اور یورپ والے ''گڈ مارننگ''، ''گڈ ایوننگ'' اور ''گڈ نائٹ'' جیسے خوبصورت کلمات کا استعمال کرتے ہیں۔ انبیائے کرام نے بھی لفظ ''سلام'' کو پسند کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینہ ہجرت کر کے سب سے پہلے اپنے پیروکاروں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''لوگو! اسلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ اور جب لوگ سو رہے ہوں تو تم نماز پڑھو، یہ سب کرو گے تو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔''

سلام کرنے کے لیے کوئی تخصیص نہیں البتہ چند اصول ضرور مدِ نظر رکھے جائیں کہ چھوٹا بڑے کو، گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو، چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو اور سوار پیدل کو سلام میں پہل کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو سلام پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

دنیا کی خوبصورت ترین مساجد

حمزہ خلیل

انٹرمیڈیٹ سال دوم، پریکٹیکل ورکنگ ہاؤس

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلاَةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلاَّ اللّٰهَ فَعَسَى أُوْلَـٰئِكَ أَن يَكُونُواْ مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿۱۸﴾

''اللہ کی مسجدیں انہی لوگوں کے لیے ہیں کہ جو اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین لاتے ہیں، جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جو ہدایت پانے والے ہیں۔'' (سورۃ توبہ، آیت نمبر ۱۸)

مسجد تمام مسلمانوں کے لیے مقدس جگہ ہے۔ مسلمانوں کی پہلی باقاعدہ مسجد مدینہ کی نواحی بستی ''قبا'' میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود بنوائی تھی۔ مسلمانوں کے دورِ حکومت میں دنیا کے مختلف ممالک میں ایسی شاہکار مساجد بنائیں گئیں جو طویل مدت گزرنے کے بعد بھی فنِ تعمیر کا ایک شاہکار تصور کی جاتی ہیں۔ ذیل میں، میں ایسی ہی چند خوب صورت مساجد کا تذکرہ کر رہا ہوں۔

مسجد الحرام (مکہ، سعودی عرب)

قرآن مجید میں مسجد الحرام کو روئے ارض پر اپنے رب کی پرستش کے لیے پہلا گھر قرار دیا گیا۔ لائق عقیدت یہ مسجد مقدس شہر مکہ میں موجود ہے۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ مسجد الحرام کا موجودہ رقبہ تقریباً ۹۰ ایکڑ ہے۔ یہاں ایک وقت میں تقریباً ۴ ملین افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (مدینہ، سعودی عرب)

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بنیاد خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینہ آمد کے بعد رکھی۔ مسجد الحرام کے بعد یہ مسجد دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ قابلِ احترام مانی جاتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا روضہ مبارک بھی مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متصل ہے۔ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گنبد پہلی بار ۱۸۳۷ء میں سبز رنگ میں نہلائے گئے۔ اس کے بعد سے انہیں سبز گنبد کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔

مسجد الاقصیٰ (یروشلم، فلسطین)

مسجد الاقصیٰ (بیت المقدس) مسلمانوں کا قبلہ اول ہے۔ شبِ معراج کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر طے کیا۔ دیگر انبیاء نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امامت میں وہاں نماز ادا کی۔ پھر آگے کا سفر یہیں سے شروع ہوا۔ ہجرتِ مدینہ کے ۱۷ ماہ بعد

تک مسلمان مسجدِ اقصیٰ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اللہ کے حکم کے بعد قبلہ کا رخ کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا۔

مسجدِ حسن دوم (مراکش)

مسجدِ حسن دوم مراکش کے شہر کاسابلانکا میں ۱۹۹۳ء میں مکمل کی گئی۔ یہ دنیا کی ساتویں بڑی مسجد تسلیم کی جاتی ہے۔ اس کے مینار دنیا میں کسی بھی مسجد کے بلند ترین مینار مانے جاتے ہیں۔ جن کی بلندی ۲۱۰ میٹر ہے۔ دیواروں پر لگائے گئے پتھر پر ہاتھوں سے کشیدہ کاری کی گئی ہے۔ اس مسجد کے اندر ایک وقت میں ایک لاکھ پانچ ہزار، ہال میں مزید پچیس ہزار اور میدان میں مزید اسی ہزار نمازی نماز کی ادائیگی کے لیے اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

مسجد سلطان عمر علی سیف الدین (برونائی)

مسجد سلطان عمر سیف الدین برونائی کے دارالسلطنت میں تعمیر کی گئی۔ یہ مسجد دنیا کی خوبصورت ترین مساجد میں سے ایک تصور کی جاتی ہے۔ دنیا بھر سے سیاح اس فنِ تعمیر سے آنکھوں کی تسکین کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ اس مسجد کی تعمیر ۱۹۵۸ء میں مکمل ہوئی۔ مسجد بے شمار درختوں اور خوب صورت باغوں سے آراستہ ہے۔ اس مسجد میں مغلوں کے طرزِ تعمیر کو اطالوی فنِ تعمیر میں ملاتے ہوئے ایک شاہکار فنِ تعمیر کا نمونہ پیش کیا گیا۔

مسجد ظاہر (ملائیشیا)

مسجد ظاہر ملائیشیا کی سٹیٹ 'کیدہ' میں تعمیر کی گئی۔ یہ مسجد ملائیشیا کی قدیم ترین اور بڑی مساجد میں سے ایک ہے۔ اس مسجد کی تعمیر ۱۹۱۲ء میں کی گئی۔ اس مسجد میں انڈونیشیا کی مشہور مسجد "عزیزی مسجد" کے فنِ تعمیر کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اس مسجد کے پانچ بڑے مینار ارکان اسلام کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس مسجد میں ہر سال تلاوتِ قرآن پاک کا مقابلہ ہوتا ہے جس میں دنیا بھر سے قرآء کرام تشریف لاتے ہیں اور مقابلے میں شرکت کرتے ہیں۔

فیصل مسجد (اسلام آباد، پاکستان)

فیصل مسجد دنیا بھر میں چوتھی بڑی مسجد کے طور پر اپنی انفرادیت رکھتی ہے۔ ۱۹۸۶ء سے لے کر ۱۹۹۳ء تک یہ مسجد دنیا کی سب سے بڑی مسجد مانی جاتی تھی۔ مسجد الحرام اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توسیع اور مسجد حسن دوم کی تکمیل کے بعد فیصل مسجد دنیا کی چوتھی بڑی مسجد مانی جاتی ہے۔

تاج المسجد (بھوپال، انڈیا)

"تاج المسجد" ہندوستان کی ریاست بھوپال میں موجود ہے۔ مسجد کو دن کے وقت اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے بطور مدرسہ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ ایشیا کی بڑی مساجد میں سے ایک ہے۔ جامع مسجد دہلی اور بادشاہی مسجد لاہور کی طرز پر اس مسجد میں بھی مغل فنِ تعمیر کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اس کے صحن میں پانی کا ایک بڑا تالاب بھی موجود ہے۔

بادشاہی مسجد (لاہور، پاکستان)

لاہور میں بادشاہی مسجد کا سنگِ بنیاد ساتویں مغل بادشاہ اورنگ زیب نے ۱۶۷۱ء میں رکھا اور اس کی تکمیل ۱۶۷۳ء میں ہوئی۔ یہ پاکستان کی دوسری بڑی مسجد اور جنوبی ایشیا کی پانچویں بڑی مسجد ہے۔ مغل حکمرانوں کی مذہب سے محبت اور لگاؤ کا یہ عظیم شاہکار آج بھی لاہور میں ایک دیدہ زیب مقام ہے۔ جہاں دنیا بھر سے سیاح اس کے حسن و جمال سے آنکھوں کی تسکین کے لیے آتے ہیں۔ اس مسجد کے ہال میں ۵۵ ہزار نمازیوں کو سمانے کی گنجائش ہے۔ اس کے صحن میں مزید ۹۵ ہزار نمازی بیک وقت نماز کے لیے کھڑے ہو سکتے ہیں۔ یہ مسجد ۳۱۳ سال تک (۱۶۷۳ء سے ۱۹۸۶ء تک) دنیا کی سب سے بڑی مسجد کا درجہ رکھتی تھی۔

حضرت اویس قرنیؓ

منیر شاہ
انٹرمیڈیٹ سالِ دوم، پیک ہاؤس

حضرت اویس قرنیؓ ۵۹۴ء میں یمن میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام عبداللہ تھا۔ حضرت اویس قرنیؓ ایک صوفی اور مجاہد مسلمان تھے۔ ابنِ بطوطہ کے مطابق آپؓ جنگ صفین میں امام علیؓ کے لشکر میں تھے اور اسی جنگ میں انہوں نے شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔ آپؓ جب چھوٹی عمر کے تھے تو تب ہی اِن کے والد کا انتقال ہوگیا تھا۔ آپؓ کو اِن کے دور میں ''شیعت علیؑ'' کہا جاتا تھا۔ حضرت اویس قرنیؓ کا محبوب پیشہ شتربانی تھا۔ اس سے جو کچھ حاصل ہوتا اپنی والدہ ماجدہ کی شکم پروری میں صرف کرتے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت اویس قرنی اپنی والدہ ماجدہ کی شکم پروری کے لیے دو کام کیا کرتے تھے، اول شتربانی، دوم یہ کہ آپؓ زمین پر گری ہوئی کھجور کی گٹھلیاں چن چن کر اکٹھی کرتے اور اِن کو بازار میں بیچ کر اپنے اور اپنی والدہ ماجدہ کے کھانے پینے کا انتظام فرماتے۔

زیادہ تر آپؓ نے شتربانی کو ہی ذریعہ معاش بنایا۔ کیونکہ اس کام میں فرصت کے اوقات میں بآسانی آپ عبادتِ الٰہی ادا فرما سکتے تھے۔ اس کے بعد سارا وقت اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں صرف فرماتے۔ آپؓ سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ آپؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکامات پر عمل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ اس لیے اپنی روزی کے معاملے میں رزقِ حلال کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے حلال کھایا اور سنت کے مطابق عمل کیا اور لوگ اُس کے شر سے محفوظ رہے تو جنت میں جائے گا۔''

حضرت اویس قرنیؓ نے ۶۵۷ء میں جامِ شہادت نوش کیا اور آپؓ شام کے شہر ارقاء میں مدفون ہیں۔

پیاری ماں

سید ماجد حسین شاہ
جماعت سوم، پیک ہاؤس

ایک حدیث ہے کہ ماں کی دعا اور خدا کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں۔ سبحان اللہ ماں کی شان دیکھیے کہ اس کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔ ماں کی گود میں راحت اور قدموں میں جنت ہے۔ ماں وہ ہستی ہے جس کی چاہت بے لوث اور محبت کسی لالچ کے بغیر ہے۔ وہ اولاد کے لئے جیتی ہے اور ایک دن اُسی کے لئے مرجاتی ہے۔ اُس کی خوشی اولاد کی ہنسی میں ہے اور دُکھ اولاد کے آنسوؤں میں ہے۔ دنیا میں سب سے پیاری اور عظیم ہستی ماں ہے۔

میرا مذھب

انسانیت

اسلام......

امن، عدل اور علم و دانش کا مذہب

سلمان مسعود

انٹر میڈیٹ سال دوم، واکر ہاؤس

پچھلی کچھ دہائیوں سے دہشت گردی عصرِ حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ بن کر ابھری ہے مگر تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو دنیا کی جانب سے ذمہ دار ٹھہرایا جا رہا ہے۔ یقیناً یہ الزامات بے بنیاد اور حقیقت سے عاری ہیں مگر پھر بھی دنیا اسلام ہی کو ان سب مسائل کا ذمہ دار ٹھہراتی ہے۔ اس کی وجہ کچھ عالمی میڈیا کی وہ سوچی سمجھی چال ہے جس کے ذریعے وہ اسلام کو بدنام کر رہا ہے اور بہت حد تک اس میں کامیاب بھی ہو گیا ہے۔

کیا واقعی اسلام دہشت گردی اور انتہا پسندی کو فروغ دیتا ہے یا حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ ایسے تمام سوالوں کا جواب ڈھونڈنے کیلئے کسی بھی شخص کے پاس بہترین راستا قرآن کریم ہے۔ ان کو چاہیے کہ وہ قرآن کریم کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ مسلمانوں کی کتاب انہیں کیا تعلیمات سکھاتی ہے۔ وہ جانیں کہ اسلامی تعلیمات کی روح کیا ہے؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کا مطلب کیا ہے؟ اسلام کا لفظ 'سلامٗ' سے نکلا ہے۔ جس کا مطلب ہے سلامتی۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے مراد ہے، اپنے آپ کو خدا کے حوالے کرنا تا کہ قلبی سکون حاصل ہو۔ اس سے اخذ کرنے والی بات یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد ہی امن و سلامتی اور محبت و اخوت کے جذبے پر رکھی گئی ہے۔

اگر ایک انسان قرآن پاک کو روزمرہ کی زندگی پر لاگو کرے تو اسلام بحیثیت ایک پرامن مذہب بن کر سامنے آجاتا ہے۔ ایسا مذہب جس میں ہر انسان کے کچھ حقوق ہیں۔ درج ذیل میں کچھ آیات ہیں جو اسلام کے پُرامن پہلو کو اجاگر کرتی ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاء لِلّهِ وَلَوْ عَلَى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ إِن يَكُنْ غَنِيّاً أَوْ فَقَيراً فَاللّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلاَ تَتَّبِعُواْ الْهَوَى أَن تَعْدِلُواْ (سورۃ النساء، آیت نمبر ۱۳۵)

''اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور سچی گواہی دو، خواہ (اس میں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی امیر یا فقیر ہے تو خدا ان کا خیر خواہ ہے، تو تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل کو مت چھوڑ دینا

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ
(سورۃ النحل، آیت نمبر۹۰)

"بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا اور رشتہ داروں کو دینے کا، اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات سے اور سرکشی سے، تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔"

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ (سورۃ النحل، آیت نمبر۱۲۶)

"اور اگر تم ان کو تکلیف دینا چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو ان سے پہنچی۔ اور اگر صبر کرو تو صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھا ہے۔"

مسلمانوں کے پرامن ہونے کی بات افسانہ نہیں بلکہ ایک اٹل حقیقت ہے۔ مسلمان جب طاقت میں تھے اور بہت سے دیگر مذاہب کے لوگ اُن کی رعایا تھے۔ اس وقت بھی مسلمانوں نے اپنے رویے سے یہ ثابت کیا کہ وہ پُرامن ہیں اور کوئی بھی انسان اُن کے ہاتھوں ظلم کا نشانہ نہیں بنا۔

مسلمان اندلس پر آٹھ سو سال تک حکومت کرتے رہے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ اسلامی ریاست نے کبھی کسی فرد یا قوم کو عتاب کا نشانہ نہیں بنایا۔ ہندوستان کے مسلمان ایک ہزار سال تک حاکم رہے مگر آج بھی یہاں ۸۰ فی صد آبادی غیر مسلم ہے۔ اگر مسلمان تلوار کے زور پر اسلام پھیلاتے تو یہ اعداد و شمار کچھ مختلف نظر آتے۔ عرب پر مسلمانوں کی حکومت چودہ سو سال سے قائم ہے لیکن آج بھی وہاں ڈیڑھ کروڑ کے قریب عیسائی بستے ہیں۔ دنیا میں صرف ایک تلوار ہے جو کہ اسلام پھیلانے کے لیے مسلمانوں کی طرف سے استعمال کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کو استعمال کرنے کا اذن ہے۔ وہ تلوار ہے دلیل و عقل و دانش کی۔ یہی وہ تلوار تھی جس نے عرب میں اسلام کا بول بالا کیا۔ اور یہی وہ تلوار تھی جس کی وجہ سے مسلمان نو سو سال تک آدھی دنیا کے حکمران رہے۔ اور یہی وہ تلوار ہے جس کی وجہ سے آج اسلام سب سے تیزی سے پھیلتا ہوا مذہب بن چکا ہے۔

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر۲۵۶)

"دینِ اسلام میں زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت صاف طور پر ظاہر اور گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔"

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (سورۃ النحل، آیت نمبر۱۲۵)

"اے پیغمبر! لوگوں کو دانش اور نیک نسبت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ، اور بہت ہی اچھے طریقے سے اُن سے مناظرہ کرو۔"

سب کا ایدھی

گرگین بلوچ
انٹرمیڈیٹ سال دوم، ونگ ہاؤس

ایک رات عبدالستار ایدھی کہیں جا رہے تھے، راستے میں ڈاکوؤں نے انہیں روک لیا۔ جب ڈاکو سب کچھ لے کر ایدھی صاحب کو جانے کا کہنے لگے تو ایک ڈاکو اچانک اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوا اور سارا سامان واپس کرنے کو کہا۔ ساتھیوں نے تجسس سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ ڈاکو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ بدبختو! جب پولیس مقابلے میں مارے جاؤ گے، جب تمہارے اپنے قریبی رشتہ دار نعشیں لینے سے انکار کر دیں گے، تب یہی آدمی انسانیت کی خاطر آگے بڑھے گا اور تمہاری تدفین کا بندوبست کرے گا۔"او! یہ عبدالستار ایدھی صاحب ہیں۔" یہ کہہ کر انہوں نے ایدھی صاحب کا تمام لوٹا ہوا سامان واپس کر دیا۔

پیغامِ انسانیت

احسان الحق اعوان
انٹرمیڈیٹ سال دوم، معاون مدیر، ونگ ہاؤس

انسان ہمدرد دل کے ساتھ پیدا ہوتا ہے، جو ساتھی انسانوں کے احساسات کے مطابق ردِ عمل ظاہر کرتا ہے۔ ہمدردی، پیار، خلوص اور احساس انسان کی وہ پیدائشی خصوصیات ہیں جو اُسے انسان بناتی ہیں۔ ان سے آدمی کی پہچان ہوتی ہے۔ ان خصوصیات کو ابھارنا یا دبانا انسان کے اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔ ہر زمانے کے فلسفیوں اور مذہبی رہنماؤں نے اِن خصوصیات کو ابھارنے پر زور دیا ہے۔ انسانیت دنیا کے ہر حصے میں سراہی جاتی ہے۔ ''خدمتِ خلق، خدمتِ خدا'' ایک ایسا مقولہ ہے جو ہر جگہ بولا جاتا ہے۔ اپنے دور کے انسانوں کی خدمت کرنا اور اُن کے ساتھ مہربانی اور حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آنا، انسان کی اچھی شخصیت کا لازمی جزو ہیں۔ دنیا کے سارے مذاہب اس رویے کو عام کرنے پر زور دیتے ہیں۔

انسانیت یہ ہے کہ جب آپ کسی کو تڑپتا ہوا دیکھیں تو فوراً اُس کی مدد کرنے کا سوچیں۔ انسانیت حسنِ سلوک سے پیش آنے اور کسی مصیبت زدہ کو گلے لگانے کی صلاحیت کا نام ہے۔ انسانیت گھر والوں اور دوستوں کے ساتھ احساسِ تشکر کے ساتھ پیش آنے کا نام ہے اور اپنے معاشرے کے لیے کچھ اچھا کرنے کی صلاحیت کا نام ہے۔

''پیار اور ہمدردی ضرورتیں ہیں، عیش کا سامان نہیں۔ ان کے بغیر انسانیت نامکمل ہے۔'' (دلائی لاما)

اسلام نے خدمتِ خلق پر بہت زور دیا ہے۔ مگر انسانوں کو صرف خوراک اور چھت دینا اللہ کی خدمت نہیں ہے۔ یہ ایک نامناسب خیال ہے کہ ہم انسانیت کی خدمت صدقے میں ایک بڑی رقم دے کر کر رہے ہیں۔

اللہ کی خدمت، اُس کی فرماں برداری میں ہے جیسے وہ انسانوں سے توقع رکھتا ہے۔ اس خدمت کا پہلا قدم اللہ کی وحدانیت پر ایمان لانا ہے۔ جب ہم توحید کو مانتے ہیں تو اِس سے مراد یہ کہ ہم اللہ کی فرماں برداری کر رہے ہیں، جیسے وہ ہم سے کروانا چاہتا ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جہاں آدمی تمام اعمال جیسے نماز، زکوٰۃ اور حج وغیرہ ادا کرتا ہے۔ اس مرحلے میں انسان کا خدا کے ساتھ تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔

دوسرا مرحلہ گھر والوں اور رشتہ داروں کے حقوق پورا کرنے کا مرحلہ ہوتا ہے۔اس مرحلے میں رشتہ داروں کے حقوق ادا کر کے انسان اللہ کے اور نزدیک ہو جاتا ہے۔

تیسرے مرحلے میں انسان خلقِ خدا کی خدمت کر کے خدا کا قرب حاصل کرتا ہے۔انسان سیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ وہ غور و فکر کی بدولت اپنے علم میں اضافہ کر لیتا ہے۔انسان اپنی مرضی سے ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے اور یہی صفت اُسے دوسروں سے ممتاز بناتی ہے۔ اسلامی سوچ، انسان کو اپنے اور دوسری مخلوقات میں فرق کرنے کی صلاحیت دیتی ہے۔تعلیم اور آگہی سے انسان کو خود کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

ہمیں اسلامی تاریخ میں دوسروں کے لیے محبت و ہمدردی کا پیغام ملتا ہے۔بعض اوقات ہم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کمزوروں اور ضرورت مندوں کی مدد کرتا ہوا پاتے ہیں۔کبھی حضرت علیؑ کو بیماروں اور غربا کے بیچ بیٹھا پاتے ہیں اور اکثر اوقات ہم اہلِ بیعت کو خدمتِ خلق میں مصروف پاتے ہیں۔اسلام نے محتاجوں کی حاجت روائی پر بہت زور دیا ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ انسان صرف مادی چیزوں کے ساتھ نہیں جڑا ہوتا بلکہ اُس کی کچھ اور ضرورتیں جیسے تحصیلِ علم اور راہنمائی وغیرہ ہوتی ہیں۔انسان اللہ کی وہ مخلوق ہے جو ہمیشہ دوستوں کی محفل، پیار اور ہمدردی کی محتاج ہوتی ہے۔

ایک مسلمان کی ذمہ داری یہاں آ کر ختم نہیں ہوتی۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اسلام کی اصل سوچ کے نمائندہ بنیں۔ہم سے توقع کی جاتی ہے کہ ہم انسانوں سے محبت اور دیانت کے ساتھ پیش آئیں۔اِن کو عزت دیں اور جب کبھی اِن کو ہماری مدد کی ضرورت ہو تو ہم دستیاب ہوں۔

قرآن میں انسانیت اور خدمتِ خلق پر بہت زور دیا گیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت، ہمدردی اور مہربانی کا پیغام پھیلایا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو انسانوں کا شکر گزار نہیں، وہ اللہ کا شکر گزار بھی نہیں بن سکتا۔'' (ترمذی)

ایک اور موقع پر 'صحیح بخاری' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد رقم ہے:

''تم میں سے کوئی اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہ پسند نہ کرے جو وہ خود کے لیے پسند کرتا ہے۔''

صدقہ جاریہ انسانیت کی ایک عظیم خدمت ہے۔اللہ کی مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک اللہ کو پسند ہے۔اس مخلوق میں چرند پرند کا بھی شمار ہوتا ہے۔ اُن کے ساتھ حسنِ سلوک انسان کو اللہ کے رحم کے قابل بناتا ہے۔جب مسلمانوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کافروں پر ملامت کرنے کے لیے کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے لعنت بھیجنے کے لیے نہیں بلکہ رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' (صحیح مسلم)

شہزادہ رائے

ہارون ملک

جماعت چہارم، واکر ہاؤس

شہزادہ رائے جوانی میں ہی ایک گلوکار کی حیثیت سے بامِ شہرت کو چھو چکے تھے۔اس عروج نے انہیں غرور کی بجائے انکساری اور دردِ دل عطا کیا۔ بچوں کے بہتر مستقبل کے لیے بہترین تعلیم کے مواقع عام کرنے کی غرض سے آپ نے 'زندگی ٹرسٹ'' کی بنیاد رکھی۔اپنے قیام کے ایک دہائی بعد اس ادارے کے ذریعے ہزاروں بچے تعلیم کی بہترین سہولتوں سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔آپ نے قدرتی آفات زدہ علاقوں میں بھی اپنی خدمات پیش کیں۔

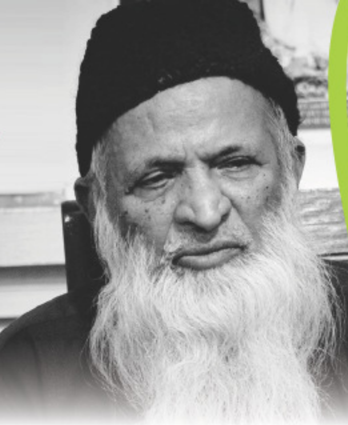

عبدالستار ایدھی...... عظیم محسن

صہیب رزاق
انٹرمیڈیٹ سالِ دوم، وِنگ ہاؤس

سیانے کہتے ہیں کہ خوشبو وہ ہے جو اپنی پہچان آپ ہو۔ اسے بیچنے والے کو چیخنے کی ضرورت نہ ہو۔ پاکستان کی ستر سالہ تاریخ میں ایک ۸۸ سال کی عمر پانے والا عظیم انسان بھی پیدا ہوا ۔ دنیا بھر میں کروڑوں افراد کے دِلوں پر راج کرنے والی شخصیت نے بوسیدہ شلوار قمیص میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔ خاکی خاک اوڑھ کر سو گیا مگر اس شخص کی کاوشوں کی خوشبو سارے چمن میں پھیل گئی۔ سورۃ المائدہ میں ارشادِ ربانی ہے:

وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا (۳۲)

''جس نے کسی ایک انسان کی جان بچائی گویا اس نے پوری انسانیت کی جان بچائی۔''

ایدھی صاحب نے کتنے ہی لاوارث اور بے یار و مددگار شیر خوار بچوں کو ایدھی شیلٹر میں پناہ دی اور ان کی پرورش کر کے اُن کو پروان چڑھایا۔ انھی بچوں میں سے کچھ اپنے نجات دہندہ کی مانند انسانیت کی خدمت میں جت گئے اور کچھ معاشرے کے کار آمد رکن بن گئے۔ ایدھی صاحب کے فلسفے کے مطابق ہر اس شخص کو زندہ رہنے کا پورا حق حاصل ہے جو ایک مرتبہ اس دنیا میں وارد ہو جائے۔

عبدالستار ایدھی نے برطانوی راج کے دوران گجرات کے ایک سفید پوش شخص عبدالشکور ایدھی کے ہاں جنم لیا۔ آپ کی والدہ کا نام غرباء ایدھی تھا جو اس وقت فوت ہو گئیں جب عبدالستار ایدھی فقط ۱۹ برس کے تھے۔ شدید بیماری کے دوران اپنی والدہ کی خدمت اور تیمارداری کے ذاتی تجربہ نے آپ کے دل و دماغ میں انسانیت کی خدمت کرنے کے جذبے کو مستقل طور پر جلا بخشی۔ چناں چہ ایدھی نے بزرگ شہریوں، معذوروں اور شفقت سے محروم بچوں کی خدمت کا بیڑا اٹھایا۔ ایدھی فاؤنڈیشن محض ۵۰۰۰ روپے کے قلیل سرمایے سے قائم ہوئی اور آج دنیا میں سب سے بڑی ایمبولینس سروس چلانے کا اعزاز ایدھی فاؤنڈیشن کو حاصل ہے۔

ایدھی صاحب کی زندگی عالمی جدوجہد سے عبارت ہے۔ ۱۹۸۰ء میں صابرہ اور شطیلہ کے مظلوم فلسطینیوں کی خبر گیری کے لئے لبنان میں داخل ہوتے وقت اسرائیلی فوج نے ایدھی صاحب کو گرفتار کر لیا۔ ۲۰۰۶ء میں کینیڈا کے شہر ٹورانٹو میں عبدالستار ایدھی کو ۱۶ گھنٹے تک گرفتار رکھ کر تفتیش کی

گئی۔ایسا ہی ایک اور واقعہ آپ کے ساتھ جان ایف کینیڈی ائیر پورٹ نیویارک پر بھی پیش آیا۔عبدالستار ایدھی کو ۸ گھنٹے تفتیش کے پیچیدہ اور تکلیف دہ عمل سے گزرنا پڑا۔جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی بار بار گرفتاری کی وجہ کیا ہے تو آپ کا جواب نہایت دلچسپ تھا، کہنے لگے میری ڈاڑھی اور میرا لباس۔

ایدھی صاحب نے آرام وآسائش کی زندگی کو چھوڑ کر سادگی اور درویشی کو اپنا وطیرہ بنایا۔ایک مرتبہ ایک مغربی صحافی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ اچھے کپڑے نہیں پہنتے اور اپنا حلیہ کیوں تبدیل نہیں کرتے؟انہوں نے کہا بھلا کوئی اپنا پاسپورٹ یا اپنی شناخت بدلتا ہے؟

عبدالستار ایدھی کے چلے جانے کا نقصان محض پاکستان اور مسلمانوں تک محدود نہیں بلکہ اس شخص نے تو کسی بھی قسم کی تقسیم سے بالاتر ہو کر انسانیت کی بے لوث خدمت کی۔کیونکہ اس کا ایمان تھا ''انسانیت میرا دین ہے''۔

عبدالستار ایدھی......ایک عہد ساز شخصیت

عبداللہ ٹیپو
انٹرمیڈیٹ سالِ اول، پیک ہاؤس

مولانا عبدالستار ایدھی اس دنیا کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں جو بقول گوتم بدھ ''دکھوں کا گھر'' ہے۔ان دُکھوں کا مداوا کرنے والے اور دکھی انسانیت کی بلا امتیاز اور بے لوث خدمت کرنے والے عبدالستار ایدھی اب اس دُکھوں کے گھر میں نہیں رہے۔آج سے ۸۸ سال پہلے، انڈیا کی ریاست گجرات کے شہر بانٹوا میں ایک معمولی تاجر کے گھر پیدا ہونے والے عبدالستار ایدھی کو ۱۱ سال کی عمر میں ہی یہ ادراک ہو گیا تھا کہ دنیا دکھوں کا گھر ہے، جب ان کی والدہ فالج سے مفلوج ہو گئی تھیں۔انہوں نے اپنی دکھی اور معذور والدہ کی خدمت کی۔ایک دن ایسا واقعہ رونما ہوا، جس نے ایدھی کے اس ادراک کو جلا بخشی۔اپنے انٹرویو میں انہوں نے بتایا تھا کہ وہ سڑک پر جا رہے تھے کہ ایک حادثہ ہوا۔حادثے میں زخمی ہونے والے شخص کو ہسپتال اٹھا کر لے جانے والا کوئی نہیں تھا۔انہوں نے خود یہ کام کیا۔اس کے بعد انہوں نے اپنی زندگی کا یہ مشن بنا لیا کہ اب وہ سسکتی انسانیت کی خدمت کے سوا اور کچھ نہیں کریں گے۔

ہر ایدھی سینٹر کے باہر ایک جھولا رکھا ہوتا ہے، جس پر لکھا ہوتا ہے ''قتل نہ کیجئے''۔جھولے میں ڈالئے''۔یہ جھولے ان بچوں کے لئے ہیں، جو جائز طریقے سے پیدا نہیں ہوتے یا جن کے والدین ان کی بوجوہ پرورش نہیں کر سکتے۔ایدھی صاحب کا ایمان تھا کہ جس نے جنم لیا، اُسے جینے کا حق ہے اور اُسے دکھ نہیں ملنا چاہئے۔اگر وہ دکھی ہے تو اسے تنہا نہیں چھوڑنا چاہئے۔ایدھی نہ تو کوئی مبلغ تھے اور نہ کوئی مصلح۔انہوں نے نہ تو کوئی تحریک چلائی اور نہ ہی عوام میں تقریریں کیں۔انہوں نے نہ تو کوئی کتاب لکھی اور نہ ہی اپنی سوچ کو منوانے کے لئے طاقت کا استعمال کیا۔پھر بھی وہ ایک فلسفہ اور ایک ''ازم'' چھوڑ گئے ہیں۔ان کے فلسفہ اور ان کے 'ازم' پر چلنے والے اس دنیا میں اور بھی لوگ ہیں لیکن میں امریکی آن لائن اخبار ''واشنگٹن پوسٹ'' کی اس رائے سے متفق ہوں، جو ۲۰۱۳ء میں اس کے ایک اداریہ میں عبدالستار ایدھی کے بارے میں دی گئی تھی۔اخبار لکھتا ہے کہ ''عبدالستار ایدھی روئے زمین پر زندہ لوگوں میں عظیم ترین انسان ہیں۔''

بعض عالمی اعزازات سے نوازتے ہوئے بہت سے لوگوں نے انہیں ''رحمت کا فرشتہ'' قرار دیا۔دیکھا جائے تو وہ ایک انسان اور سمجھا جائے تو وہ ایک فرشتہ صفت انسان تھے۔

عبدالستار ایدھی......فخرِ پاکستان

وقاص جمال
انٹرمیڈیٹ سال دوم، پیک ہاؤس

وطنِ عزیز میں جن شخصیات نے کارہائے نمایاں سرانجام دیے ان میں عبدالستار ایدھی سرِفہرست ہیں۔ ایدھی صاحب کی شہرت اور مقبولیت کے ڈنکے نہ صرف پاکستان میں بلکہ چاردانگ عالم میں بج رہے ہیں مگر موصوف تا حیات صلہ اور ستائش کی تمنا سے بالکل ہی بے نیاز رہے۔

"Charity Begins at Home" انگریزی کی ایک مشہور کہاوت ہے جسے ایدھی صاحب نے عملی طور پر حرف بہ حرف درست ثابت کر دکھایا۔ اگرچہ بنیادی طور پر آپ کا تعلق ایک کاروباری برادری سے تھا مگر آپ نے اپنے آبائی پیشے کو ترک کر کے خدمتِ خلق کا بارِ گراں اپنے کندھوں پر اُٹھالیا۔ آپ نے لاتعداد فلاحی کاموں کا آغاز کیا۔ ان کاموں کی عظمت کو تسلیم نہ کرنا انتہائی زیادتی ہوگی۔ "یہ بچہ کس کا بچہ ہے" کے زیرِ عنوان ایدھی صاحب کا اسپانسر کیا ہوا پروگرام ایک عرصہ تک نشر ہوتا رہا جس کی بدولت ہزاروں بچوں کو اپنے والدین کی شفقت اور پیار دوبارہ نصیب ہوا۔ آپ نے ان گنت کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں، جن کو احاطہ تحریر میں لانا ناممکن ہے۔

لوگ جن تعفن زدہ اور سڑی نعشوں کے قریب جانے سے بھی کتراتے ہیں، انہیں سنبھالتے ہوئے ایدھی صاحب ذرا بھی نہیں ہچکچائے۔ ایدھی صاحب کی ایمانداری اور دیانتداری بھی بے مثل ہے۔ آج کے اس پُرفتن اور پرآشوب دور میں جب باپ کو بیٹے پر بھروسا نہیں اور بھائی، بھائی کا نہیں، مخیّر حضرات بغیر رسید طلب کیے دل کھول کر آپ کے ادارہ کو چندہ اور عطیات دیتے ہیں، کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ ان کی دی گئی زکوۃ اور عطیات عین مناسب جگہ پر ہی استعمال ہوتے ہیں۔ آپ کی انہیں خدمات کے اعتراف میں ملک کے مشہور و معروف یورالوجسٹ ڈاکٹر ادیب الحسن رضوی نے "SIUT" کے زیرِ انتظام قائم کیے جانے والے ٹرانسپلانٹ سنٹر کو آپ کے نام سے منسوب کر دیا ہے۔

یہ بات انتہائی قابلِ افسوس ہے کہ ۱۹ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو ۸ مسلح ڈاکوؤں نے فخرِ پاکستان عبدالستار ایدھی کے کراچی کے دفتر میں داخل ہو کر اسلحے کے زور پر ۵ کلو سونا اور کروڑوں روپے نقدی لوٹ لی۔ اُس فرشتہ صفت انسان نے کسی سے سزا و جزا کی اپیل نہیں کی بلکہ صرف ڈاکوؤں سے درخواست کی کہ وہ اس خطیر سرمایہ کو واپس کر دیں جس کو سخت محنت و مشقت کے بعد جمع کیا گیا تھا۔ جو اس ملک کے غرباء و مساکین کے علاج معالجے اور خوراک کی مد میں خرچ ہونا تھا۔ اس سانحہ عظیم کے حوالے سے اس کے سوا بھلا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ:

ے جس عہد میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی
اس عہد کے سلطاں سے کچھ بھول ہوئی ہے

ایدھی کی خدمات

محمد مامون خان
انٹرمیڈیٹ سال دوم، معاون مدیر، پرنٹیکٹ رائٹ ہاؤس

خدمتِ خلق کے لئے اپنا تن من دھن سب قربان کر کے ورطہء حیرت میں ڈال دینے والی کا مرانیاں سمیٹنے والے عبدالستار ایدھی ۸ جولائی ۲۰۱۶ء کو اللہ کو پیارے ہوئے۔ ۱۹۲۸ء میں جونا گڑھ میں پیدا ہونے والے ایدھی صاحب گیارہ سال کے تھے کہ ان کی والدہ کو فالج ہو گیا والدہ کی خدمت کی سعادت ہی ایدھی کیلئے پوری انسانی برادری کی خدمات کا نقطہ آغاز بنی۔

قیام پاکستان کے چندروز بعد وہ کراچی آ گئے۔ ۱۹۴۸ء میں چند ساتھیوں کے تعاون سے ضرورت مند افراد کیلئے ایک ڈسپنسری قائم کی، ایک خیمے میں چار بستروں کا ہسپتال بنایا اور دو ہزار کی ایک گاڑی خرید کر اسے ایمبولنس کی شکل دے دی، جسے وہ خود چلاتے تھے۔ ۲۰۰۰ گاڑیوں پر مشتمل ان کی ایمبولینس سروس دنیا کی سب سے بڑی ایمبولینس سروس ہے۔ اس بیڑے میں ایئر ایمبولینس کی شمولیت ایدھی کے عزم وہمت کا ثبوت ہے۔

ملک بھر میں ان کے قائم کردہ کلینک، زچگی گھر، پاگل خانے، معذوروں اور لاوارث افراد کیلئے رہائش گاہیں، بلڈ بینک، یتیم خانے، لاشوں کیلئے سرد خانے، بے سہارا عورتوں کیلئے پناہ گاہیں اور غریب بچوں کیلئے تعلیمی ادارے، دن رات خدمتِ انسانیت میں مصروفِ عمل ہیں۔ آپ نے ۲۰۰۳ء تک گندے نالوں سے ۸ ہزار نعشیں نکالیں، ۱۶ ہزار نوزائیدہ بچے پالے، انہوں نے ہزاروں غریب اور بے سہارا بچیوں کی شادیاں کروائیں۔

ایدھی صاحب مرحوم اپنے ادارے کے ڈرائیور، آفس بوائے، ٹیلیفون آپریٹر یہاں تک کہ صفائی بھی خود کرتے تھے۔ بغیر چھٹی کے طویل ترین عرصہ تک کام کرنے کا ریکارڈ بھی بابائے انسانیت عبدالستار ایدھی کے پاس ہے۔ اِس عظیم ہستی نے قبل از موت ورثاء کو وصیت کی کہ ان کے مرنے پر ان کے جسمانی اعضاء فی الفور عطیہ کر دیے جائیں تا کہ کسی ضرورت مند کے کام آ سکیں۔

وفات کے وقت طویل عمر کے باعث محض ان کی آنکھیں عطیہ ہونے کے قابل تھیں۔ لہٰذا بمطابق وصیت ان کی آنکھیں عطیہ کر دی گئیں۔

دکھی انسانیت کی خدمت کے عظیم نصب العین کو پانے کیلئے کئی نیک دل انسان، ایدھی بن کر اٹھیں تو اس ملک میں کوئی بے سہارا اور مسکین باقی نہ رہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہو کر اپنے اپنے ذوق کے مطابق خدمتِ انسانیت کو اپنا مشن قرار دیں تا کہ غربت، مفلسی، بھوک اور جہالت کا اس وطن میں نام ونشاں تک نہ رہے۔

سرچشمہ اخوت

ڈاکٹر امجد ثاقب

حبیب اچکزئی
انٹرمیڈیٹ سال دوم، پریکٹیکل پیک ہاؤس

سال ۱۹۸۵ء میں پاکستان میں طب کے حوالے سے صفِ اول کے ادارے کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے فارغ التحصیل ہونے والے امجد ثاقب نے نئے راستوں کی تلاش میں پاکستان سول سروس کا انتخاب کیا۔ خلوصِ دل سے محنت اور لگن کے جذبے کی بدولت کامیابی کی سیڑھیاں چڑھنے والے ڈاکٹر امجد ثاقب نے اپنی کیریئر کے عروج پر ایک اہم فیصلہ کیا۔ انہوں نے سول سروس چھوڑ کر معاشرے کے غریب افراد کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے میں مدد دینے کا پختہ ارادہ کیا۔ سول سروس میں آپ نے بے شمار حوالوں سے اپنی خدمات پیش کیں لیکن آپ کا آخری قلمدان جس نے آپ کی زندگی کا رخ تبدیل کر کے رکھ دیا وہ جنرل منیجر پنجاب رورل سپورٹ پروگرام تھا جس کا دورانیہ ۱۹۹۸ء سے ۲۰۰۳ء تک کا تھا۔

یہی وہ سنہری موقع تھا جب آپ کو غربت کے خاتمے، دیہی علاقوں میں تعلیم کی صورتِ حال کو بہتر بنانے اور عمومی طور پر کفالت کے چھوٹے پروگراموں کو باریک بینی سے جانچنے کا موقع ملا۔ یہاں غریب افراد کے دکھ درد کا صحیح معنوں میں احساس ہوا اور یوں آپ نے ۲۰۰۱ء میں لاہور جمخانہ میں اپنے دوستوں کے درمیان ''اخوت'' کی بنیاد رکھنے کا خیال پیش کیا۔ بلاسود قرضوں کی فراہمی یقیناً ایک بہت بڑا چیلنج تھا۔ ایک دوست نے بلاسود قرض کی فراہمی کے سلسلے میں ۱۰ ہزار روپے کی رقم پیش کی جو ''اخوت'' کی بنیاد بنی۔ دس ہزار روپے کا یہ قرضہ ایک بیوہ خاتون کو دیا گیا جو انہوں نے وقتِ مقررہ پر واپس کرتے ہوئے درخواست کی کہ اس سلسلے کو آگے بڑھتا رہنا چاہیے تاکہ غریبوں کو عزتِ نفس کے ساتھ جینے کا موقع مل سکے۔ پہلے قرضے کی کامیاب واپسی کے بعد یہ سلسلہ آگے بڑھتا چلا گیا اور یوں ''اخوت'' دنیا بھر میں اپنی طرز کے اولین ادارے کی حیثیت سے دائرہ عمل بڑھاتا رہا۔ ۲۰۰۱ء میں اپنے آغاز کے بعد ۲۰۰۳ء میں اس ادارے کو سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ کے تحت رجسٹر بھی کروا لیا گیا۔ ''اخوت'' کا لفظ ''مواخات'' سے لیا گیا، جس کے معنی بھائی چارہ کے ہیں۔ اس نام کے پسِ منظر میں مواخاتِ مدینہ کی سوچ کارفرما تھی۔ اہلِ مدینہ نے جس طرح مہاجرینِ مکہ کی دل کھول کر مدد کی وہ بھائی چارے کی بہترین مثال ہے۔ ڈاکٹر امجد ثاقب ایسی ہی سوچ کو اپنے لوگوں میں پروان چڑھتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ ٹاؤن شپ لاہور میں اپنے پہلے دفتر کے قیام کے بعد اِس ادارے نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا، قرض کی ناقابلِ یقین سو فی صد واپسی کے ساتھ ساتھ اس ادارے کے دفاتر ملک کے طول و عرض میں قائم ہو گئے۔ آج ''اخوت'' بلاسود قرض کی فراہمی کے ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت کے میدان میں بھی سرگرمِ عمل ہے۔ ''اخوت'' ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز کے تحت کام کر رہی ہے۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز ۷ افراد پر مشتمل ہے۔ یہ تمام افراد ادارے کے لیے رضاکارانہ کام کرتے ہیں۔ ''اخوت''

تاحال تقریباً سترہ لاکھ خاندانوں میں کم وبیش ۳۴ ارب تک کی رقوم تقسیم کر چکی ہے۔ بلاشبہ ''اخوت'' کی یہ خدمت دیگر ملکی وغیر ملکی رفاعی اداروں میں اسے ممتاز و منفرد بناتی ہے۔

ڈاکٹر امجد ثاقب یونی سیف، ورلڈ بینک، یو ایس ایڈ، کینیڈین انٹرنیشنل ڈیویلپمنٹ جیسے عالمی اداروں کے ساتھ کام کر چکے ہیں۔ آپ ایک رطب اللساں مقرر ہیں۔ ملکی و غیر ملکی تعلیمی اداروں میں آپ مہمان مقرر کے طور پر بلائے جاتے ہیں۔ اخوت جیسے بڑے ادارے کے قیام اور اس کے ساتھ جڑے رہ کر اس کی ترقی کے لیے کام کرنے والے ڈاکٹر امجد ثاقب چھ کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ ان کتب میں شہرلبِ دریا، ایک یادگار مشاعرہ، گوتم کے دیس میں، نیپال کا سفرنامہ، غربت اور مائیکرو کریڈٹ اور وشتِ ظلمت شامل ہیں۔

آپ کی انسانیت کے لیے خدمات کے صلہ میں آپ کو ملکی و عالمی سطح پر بے شمار اعزازت سے نوازا جا چکا ہے۔ ان میں قابلِ ذکر حکومتِ پاکستان کی طرف سے ''ستارہ امتیاز'' اور ابوظہبی اسلامک بینک کی جانب سے ''لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ'' ہیں۔

بیگم سلمیٰ کشور جان

محمد اُسامہ

انٹرمیڈیٹ سالِ دوم، رائٹ ہاؤس

سلمیٰ کشور جان ایک کامیاب سول سرونٹ اور بہترین ڈپلومیٹ کی حیثیت سے فرائض منصبی ادا کر چکی ہیں۔ ان کی زندگی کا ایک اور نمایاں پہلو اُن لوگوں کے لیے روشنی بننا تھا جنہیں قدرت نے بینائی سے محروم کر رکھا تھا۔ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی یاد میں ۱۹۸۹ء میں ''عزیز جہاں بیگم ٹرسٹ فار دی بلائنڈ'' کی بنیاد رکھی۔ یہ نہ صرف ایک بیٹی کی ماں سے بے پناہ محبت کا اظہار تھا بلکہ ہمارے معاشرے کے ایک محروم طبقے کے لیے آپ کی الفت کا انداز بھی تھا۔ آپ کی والدہ عزیز جہاں بیگم آنکھوں کے مرض میں مبتلا رہی اور اپنی زندگی کے آخری چار سالوں میں وہ بینائی سے مکمل طور پر محروم رہیں۔ یہ عزیز جہاں بیگم کا ہی ایک خواب تھا کہ ایسے افراد جو کسی وجہ سے دیکھ نہیں سکتے، اُن کے لیے کچھ ایسا کیا جائے کہ وہ زندگی میں ایک متحرک کردار ادا کر سکیں۔ 'عزیز جہاں بیگم ٹرسٹ فار دی بلائنڈ' عزیز جہاں کے خواب کی ہی ایک روشن تکمیل ہے جسے سلمیٰ کشور جان نے اپنے ذاتی خرچ پر حقیقت کا روپ دیا۔ سلمیٰ کشور جان نے اس ادارے کو جدید خطوط پر استوار کرنے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں۔ آج یہ ادارہ پاکستان بھر میں اپنی منفرد خصوصیات کی وجہ سے ایک الگ پہچان رکھتا ہے۔

''عزیز جہاں بیگم ٹرسٹ فار دی بلائنڈ'' کے قیام کا بنیادی مقصد نابینا افراد کو تعلیم و تربیت مہیا کرنا اور انہیں اس قابل بنانا ہے کہ وہ معاشرے میں باعزت زندگی گزار سکیں۔ یہ ادارہ معاشرے کو ایسی ان گنت سچی کہانیاں دے چکا ہے کہ جن میں یہاں سے فارغ التحصیل افراد معاشی و سماجی فیصلوں میں خود مختار ہیں۔ نابینا افراد کے لیے انگریزی زبان میں تدریس کا یہ پاکستان میں واحد ادارہ ہے۔ اس ادارے میں جدید علوم کی تدریس بہترین انداز میں کی جاتی ہے۔ اسی ادارے کی کاوشوں سے ۱۹۹۹ء میں بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن اور ۲۰۰۳ء میں یونی ورسٹی آف پنجاب نے نابینا ہی تشکیل دی۔ اس ادارے میں طلبا و طالبات کو بریل میں مکمل مہارت فراہم کی جاتی ہے اور انہیں ادارے کی طرف سے مہنگی ترین مشین ''پر کن بریلر'' دی جاتی ہے۔ کھیل کے میدان میں طلبا و طالبات کی مکمل حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ نور آباد، کاہنہ نو، لاہور میں قائم اس ادارے کا ۱۶ ممبران پر مشتمل سکاٹش پائپ بینڈ پاکستان میں نابینا افراد کا اولین اور واحد بینڈ ہے۔ ہمارے معاشرے کے مخیّر حضرات کا فرض ہے کہ وہ ایسے اداروں کی مدد میں پیش پیش ہوں۔

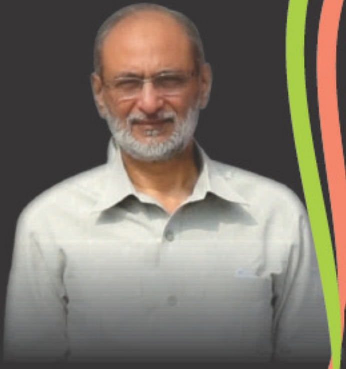

مسیحاءِ پاکستان......

پروفیسر ڈاکٹر سید محمد اویس

وشاف مری

انٹرمیڈیٹ سال دوم، وِنگ ہاؤس

ضلع سیالکوٹ میں ۱۹۵۵ء میں جنم لینے والے پروفیسر سید محمد اویس ایک مشفق استاد، محقق، اکیڈمک منیجر، ماہر سرجن، ری ہیبلیٹیشن ماہر، پروفیشنل مفکر، لکھاری، رضا کار سماجی خدمت گزار۔ ملکی و غیر ملکی سطح پر آپ مجبور و بے کس انسانیت کی خدمت میں مصروفِ عمل رہتے ہیں۔ آپ کئی قومی و بین الاقوامی اداروں کی سربراہی کر چکے ہیں اور اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا چکے ہیں۔ آپ پاکستانی معاشرے کو ایک ترقی یافتہ معاشرے میں ڈھلتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اپنی تمام تر توانائیاں آپ نے اپنے اس خواب کی تعبیر کے لیے وقف کر رکھی ہیں۔

ایک سوشل ورکر کی حیثیت سے آپ نے غریب مریضوں کے مفت علاج کے لیے پاکستان کے دور دراز کے پسماندہ علاقوں میں مفت طبی سہولیات مہیا کیں۔ اس غرض سے آپ نے سکردو، گلگت، پاراچنار، گجرات، گوجرانوالہ، نارووال، ظفروال، شکر گڑھ، اوکاڑہ، ساہی وال، حافظ آباد میں میڈیکل کیمپ لگائے۔ ۱۹۹۳ء سے آپ ساہی وال میں بچوں کے مفت علاج کے لیے ہسپتال کے انتظام و انصرام کی ذمہ داریاں بھی نبھا رہے ہیں۔ میو ہسپتال لاہور میں غریب مریضوں کے مفت علاج معالجے کی غرض سے آپ نے دس کروڑ روپے تک کا چندہ جمع کیا جو مستحقین کی مفت تشخیص، علاج، ادویات، کھانے اور معذور افراد کے سہارے کے لیے مصنوعی اعضاء کے سلسلے میں خرچ ہو رہا ہے۔

۲۰۰۵ء کے زلزلہ متاثرین کے لیے آپ نے ڈسٹرکٹ ہسپتال مانسہرہ اور عباس انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز مظفر آباد میں آرتھوپیڈک سرجری کے لیے مکمل آلات کا بندوبست کیا اور متاثرین کے مفت آپریشن اور علاج معالجہ کے لیے اڑھائی کروڑ روپے خرچ کیے۔ ان دونوں ہسپتالوں میں اس پراجیکٹ کو آپ نے پانچ سال تک کامیابی کے ساتھ چلایا۔

آپ میو ہسپتال میں مستحق مریضوں اور اُن کے تیمارداروں کے تین وقت کے کھانے کے انتظام و انصرام کے لئے قائم کی گئی کمیٹی کے چیئرمین ہیں۔ اسی خدمتِ خلق کے لیے وسائل اکٹھا کرنے میں آپ کا کردار مرکزی ہے۔ اس کمیٹی کا سالانہ بجٹ اڑھائی کروڑ روپے ہے۔ یہ پراجیکٹ ۲۰۰۹ء

سے اب تک مستحقین کی مدد کر رہا ہے۔

۲۰۱۰ء میں سیلاب کے متاثرین کے لیے آپ ''ملٹی ڈسپلنری سروسز گروپ'' کے کوآرڈی نیٹر رہے۔اس گروپ میں پاکستان کی بہترین یونی ورسٹیوں کے وائس چانسلرز، ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹس، فنی ماہرین، رضا کار ڈاکٹرز، انجینئرز، ماہرین ماحولیات اور زرعی ماہرین شامل تھے۔اس گروپ نے سیلاب سے متاثرہ افراد کی خدمت کے لیے رضا کارانہ ۳۶۰۰ دن کام کیا۔سیلاب زدگان کی ضرورت کے پیشِ نظر ۱۸ مختلف اشیاء پر مشتمل بیگز آپ نے ایک ہزار خاندانوں میں تقسیم کرنے کی ذمہ داری نبھائی۔آپ نے سیلاب زدہ علاقے میں لوگوں کی زندگیوں پر سیلاب کے اثرات پر ایک سروے بھی کیا۔آپ نے ۲۲ پختہ مکانات، مسجد، ہیلتھ سینٹر، اسکول اور مویشیوں کے لیے شیڈ پر مشتمل ایک مثالی گاؤں بھی تعمیر کیا۔آپ نے جام پور ضلع راجن پور میں سماجی خدمات کے سلسلے میں دو کروڑ روپے تک فنڈ ز اکٹھے کیے۔

سائنس کے شعبے میں آپ کی بے مثال کارکردگی اور سماجی خدمات کے صلے میں حکومتِ پاکستان نے آپ کو ۱۴ اگست ۲۰۰۴ء کو ستارہء امتیاز سے نوازا۔آپ کو ۲۰۱۰ء میں قائدِ اعظم گولڈ میڈل ایوارڈ اور ۲۰۱۱ء میں خادمین حرمین شریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز گولڈ میڈل ایوارڈ سے نوازا گیا۔آل پاکستان یونین آف این جی اوز کی طرف سے آپ کو مسیحاء پاکستان کے خطاب دیا گیا۔

الشریف فاؤنڈیشن

فواز احمد ڈار

اوتھری، پیک ہاؤس

معروف سماجی شخصیت چودھری شریف گجر کی کاوشوں سے الشریف فاؤنڈیشن کا قیام ۲۰۰۵ء میں فیصل آباد کی تحصیل سمندری میں عمل میں آیا۔ اس تنظیم کے قیام کا مقصد بلاتفریق ذات، مذہب اور فرقہ غریبوں، یتیموں اور خصوصی بچوں کی مدد کرنا تھا۔

اپنے قیام سے لے کر اب تک علاقے کے مکینوں کے لیے اس ادارے نے بے پناہ خدمات سرانجام دی ہیں۔اس ادارے کے تحت دیہاتی علاقوں میں صاف پانی کی دستیابی کو ممکن بنانے کی بھرپور کوششیں کی گئیں۔اسی ادارے کے تحت مساکین اور مزدوروں کے لیے دو وقت کے مفت کھانے کی فراہمی بھی بنا کسی رکاوٹ کے عرصہ دراز سے جاری ہے۔سول ہسپتال سمندری اور ینگ ویلفیئر ہسپتال سمندری میں مریضوں کے لیے تین وقت کے کھانے کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔''الشریف فاؤنڈیشن'' نے ہزاروں غریب بچیوں کی شادی کے اخراجات برداشت کیے ہیں۔مستحقین کو ہر سال حج اور عمرہ کے لیے ادارے کے خرچ پر بھیجا جاتا ہے۔غرباء و مساکین کے علاوہ اعتکاف پر بیٹھے ہوئے مسلمانوں کے لیے اس ادارے کی طرف سے ہر سال سحری و افطاری کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔

اسی ادارے کے تحت مسیحی خاندانوں میں کرسمس کے موقع پر تحائف بھی بانٹے جاتے ہیں جو مذہبی رواداری کو مستحکم کرنے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔اس ادارے نے خصوصی بچوں کے اسکول کے قیام کے لیے ۷ ایکڑ اراضی بھی مختص کی ہے جہاں بچوں کی تعلیم، قیام، طعام، لباس اور کتابوں کے تمام اخراجات ادارہ برداشت کرے گا۔اس ادارے سے ضرورت مندوں کو بلا رکاوٹ قرض حسنہ بھی فراہم کیا جاتا ہے تا کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔

بریگیڈئر (ر) مجاہد عالم......ایک انسان دوست شخصیت

حسن محی الدین

انٹرمیڈیٹ سال دوم، پیک ہاؤس، طالب علم مدیر

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

بریگیڈئر (ر) مجاہد عالم ۲۴ فروری ۱۹۴۸ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے دفاعی علوم میں ماسٹر ڈگری حاصل کر رکھی ہے۔ آپ رائل ملٹری کالج برائے سائنس اور آرمی اسٹاف کالج برطانیہ سے اسٹاف کورس بھی کر چکے ہیں۔ آپ فرانسیسی زبان پر بھی عبور رکھتے ہیں اور فطری طور پر انسان دوست شخصیت کے مالک ہیں۔ بریگیڈئر (ر) مجاہد عالم بطور ماہر دفاعی امور اور بہترین منتظم اقوامِ عالم میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا چکے ہیں۔ ۱۹۹۹ء میں بری فوج میں خدمات سرانجام دینے کے بعد اقوامِ متحدہ کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ اقوامِ متحدہ کے ساتھ آپ نے ۲۰۱۰ء تک کل وقتی بنیادوں پر کام کیا۔ بطور سینئر مشیر آپ دسمبر ۲۰۱۱ء اور جنوری ۲۰۱۲ء میں اقوام متحدہ کے امن مشن کے ساتھ کام کرتے رہے۔ ابھی بھی آپ جز وقتی بنیادوں پر سینئر مشیر کی حیثیت میں آفس آف ملٹری افیئرز، ڈیپارٹمنٹ آف پیس کیپنگ آپریشنز، اقوام متحدہ، نیویارک کے ساتھ منسلک ہیں۔

آپ عالمی تھنک ٹینک نیٹ ورک (GTTN) کے سینئر مشیر اور قومی ادارہ برائے سائنس و ٹیکنالوجی اسلام آباد (NUST) میں قائم شدہ "پاک چائنا مشترکہ تھنک ٹینک" کے اہم ممبر ہیں۔ عالمی تھنک ٹینک نیٹ ورک (GTTN) کا مقصد بین الاقوامی سطح پر علم کی شراکت اور مختلف اداروں کے باہمی روابط کو بڑھاتے ہوئے اقوامِ عالم کی تعمیر و ترقی میں کردار ادا کرنا ہے۔ یہ ادارہ ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کرتا ہے کہ جس کے ذریعے سے عالمی سیاست، عالمی تعلقات، عالمی معیشت، پیداوار اور معاشی بڑھوتری اور تعلیم جیسے موضوعات پر مشاورت کی جاتی ہے۔

آپ ممنوعہ ہتھیاروں کی تجارت اور غیر قانونی پھیلاؤ پر معتبر رائے رکھنے کی وجہ سے ایمنیسٹی انٹرنیشنل کی مہم ''گلوبل آرمز ٹریڈ ٹریٹی''(Global Arms Trade Treaty) کے ساتھ بھی وابستہ رہے۔آپ تنظیم کے مختلف اجلاسوں میں باقاعدگی کے ساتھ آج بھی مدعو کیے جاتے ہیں۔آپ نے آخری دفعہ اس معاملے پر کانفرنس جو کہ نیورک میں ۱۶ سے ۳۰ مارچ ۲۰۱۳ء تک ہوئی، میں شرکت کی۔اسی حوالے سے ایک سیمینار جو کہ ۱۶مئی ۲۰۱۳ء میں بیجنگ میں ہوا،اس میں بھی شرکت کی۔

آپ نے جنوری ۲۰۰۳ء سے مئی ۲۰۰۸ء تک افریقہ کے کئی ممالک میں اقوام متحدہ کے لیے کام کیا۔ان ممالک میں روانڈا، کانگو، کوسووو اور جنوبی افریقہ شامل ہیں۔آپ جنوری ۱۹۹۸ء سے مئی ۱۹۹۸ء تک اقوامِ متحدہ کی اُس ٹیم کے اہم رکن رہے جسے بین الاقوامی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے الزامات کی تفتیش کے لیے کانگو بھیجا گیا تھا۔روانڈا میں ہونے والے قتلِ عام کی تفتیش کے لیے ایک کمیشن بنایا گیا جس کے آپ بھی اہم رکن تھے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ بین الاقوامی تنظیم ''ارتھ آرگنائزیشن'' کی بین الاقوامی مشاورتی کونسل کا حصہ ہیں جو کہ عالمی شہرت کا حامل غیر حکومتی ادارہ ہے۔یہ ادارہ دنیا کی خوبصورتی کے بچاؤ اور ماحولیات کے تحفظ کے لیے سرگرم عمل ہے۔آپ ڈبلیو۔ڈبلیو۔ایف۔کے تاحیات رکن ہیں جو کہ جنگلی حیات کے تحفظ کے لیے بین الاقوامی شہرت کا حامل ادارہ ہے۔

بریگیڈئر(ر) مجاہد عالم گزشتہ دو دہائیوں سے عزیز جہاں بیگم ٹرسٹ کے ساتھ منسلک ہونے کے ساتھ ساتھ انسانیت کی خدمت میں مصروفِ عمل رہے ہیں۔مذکورہ ٹرسٹ ملکِ عزیز کے پسماندہ اور پسے ہوئے طبقے کے نابینا بچوں کی تعلیم و تربیت اور بہبود سے وابستہ ہے اور سسکتی انسانیت کی خدمت میں مصروفِ عمل ہے۔اس تنظیم کے زیرِ انتظام چلائے جانے والے اسکولوں کے انتظام و انصرام میں بریگیڈئر(ر) مجاہد عالم خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے آئے ہیں۔

تعلیم و تربیت سے منسلک ایک اور اہم ادارہ ''دی سٹیزن فاؤنڈیشن'' گزشتہ کئی برسوں سے دور دراز کے پسماندہ اور دیہی علاقوں کے بچوں کی تعلیم کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے۔ملک بھر میں سات سو پچاس سے زائد علاقوں میں ان کا فعال نیٹ ورک گراں قدر خدمات سرانجام دے رہا ہے۔بریگیڈئر(ر) مجاہد عالم اس تنظیم میں ایک رضاکار کی حیثیت سے فعال کردار ادا کرتے رہے ہیں۔اس کا مقصد صرف انسانیت کی خدمت اور اصلاحِ معاشرہ ہے۔

آپ میو ہسپتال لاہور میں غریبوں کی امداد کے لیے قائم شدہ ادارے کے ایگزیکٹو ممبر ہیں۔یہ ادارہ غریب اور نادار مریضوں کی فلاح اور علاج معالجہ میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔آپ بحیثیت انسان دوست شخصیت اِس شعبہ میں فعال کردار ادا کر رہے ہیں۔

لارنس کالج گھوڑا گلی مری میں انتظامی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد بریگیڈئر(ر) مجاہد عالم نے جہاں دیگر حوالوں سے ادارے کو بہتری کی راہ پر گامزن کیا وہیں طلبا میں انسانیت دوست سوچ کو پروان چڑھانے کے لیے بے پناہ کاوشیں کیں۔ ایسے افراد جنھوں نے ملکی و غیر ملکی سطح پر انسانیت کے باب میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں، طلبا کے اُن کے ساتھ مذاکروں اور لیکچرز کا اہتمام کیا۔طلباء کے لیے خوش اخلاقی اور بہترین عادات و اطوار کا کتابچہ ترتیب دینے کا مقصد بھی یہی تھا کہ وہ دوسروں کا احترام کرنا سیکھیں اور انسان دوستی کا پیغام معاشرے میں عام کریں۔بریگیڈئر(ر) مجاہد عالم بخوبی جانتے ہیں کہ اِن مستقبل کے معماروں کی ذہنی، روحانی اور اخلاقی تربیت معاشرے کی تشکیلِ نو کے لیے اہم ہے۔

انسانی حقوق

جہاں زیب بگٹی
انٹرمیڈیٹ سال دوم، واکر ہاؤس

قومیت، رنگت، مذہب، زبان، جنس اور عقیدے سے بالاتر بنیادی انسانی حقوق تمام انسانوں سے متعلقہ ہیں۔ ہمیں جہاں اپنے بنیادی حقوق کا علم ہونا چاہیے وہیں اپنے آس پاس رہنے والے افراد کے حقوق کا خیال رکھنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ آیئے چند بنیادی حقوق پر ایک نگاہ دوڑاتے ہیں:

۱۔ اولادِ آدم سب آزاد اور برابر ہیں۔

۲۔ سبھی کو ایک محفوظ زندگی جینے کا حق حاصل ہے۔

۳۔ کوئی یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ دوسرے کو ذہنی یا جسمانی اذیت دے۔

۴۔ قانون سب کے لیے ایک جیسا ہے۔ امیر یا غریب اور کمزور یا طاقت ور سب قانون کے روبرو ایک ہی درجے کے حامل ہیں۔

۵۔ کوئی کسی کو بلا وجہ قید میں رکھنے کا مجاز نہیں۔

۶۔ جب تک جرم ثابت نہ ہو جائے، کسی کو بھی مجرم نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔

۷۔ کوئی شخص کسی دوسرے کے خطوط، ای میل، سوشل میڈیا پر موجود ذاتی اکاؤنٹس تک رسائی کا کوئی حق نہیں رکھتا۔

۸۔ بلا اجازت کوئی شخص کسی دوسرے کے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا۔

۹۔ کوئی بھی شخص یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ کسی دوسرے کی شہرت کو نقصان پہنچائے۔

۱۰۔ ہر کسی کو نقل و حرکت کی مکمل آزادی ہے۔

۱۱۔ رہنے کے لیے گھر، کھانے کے لیے مناسب کھانا، تعلیم اور صحت مند زندگی ہر شخص کا بنیادی حق ہے۔

۱۲۔ ہر کسی کو سوچنے، سمجھنے اور اپنی رائے کے اظہار کا مکمل اختیار ہے۔

۱۳۔ ہم سب کا یہ فرض بھی ہے کہ ہم دوسروں کے حقوق کا خیال رکھیں۔ ہماری آزادی کی حدود وہاں تک ہیں جہاں کسی دوسرے کی آزادی متاثر نہ ہو۔

۱۴۔ مناسب ملازمت کا حصول اور محنت کی مناسب اجرت ہر شہری کا حق ہے۔

۱۵۔ خواتین، بزرگ اور ذہنی و جسمانی معذور افراد بہتر سلوک کے مستحق ہیں۔

۱۶۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی کی ملکیت کسی بھی چیز پر اپنا حق جتا سکے یا اُس سے چھین سکے۔

رمضان چھیپا

روحان سعید
انٹرمیڈیٹ سال دوم، ونگ ہاؤس

رمضان چھیپا ایک سرگرم سماجی کارکن ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی انسانیت کے لیے وقف کر دی ہے۔ انہوں نے ایک چھوٹے سے کمرے میں ایک فلاحی ادارے کی بنیاد رکھی۔ معاشرے کے امیر طبقے سے انہوں نے اس مشن میں شامل ہونے کی استدعا کی تاکہ سسکتی انسانیت کی مدد کی جا سکے۔ ۱۹۸۷ء تک اُن کے مشن میں بے شمار افراد ساتھ دینے کے لیے اُن کے ہم قدم کھڑے تھے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رمضان چھیپا نے اپنے ادارے کو مزید وسعتیں دینے کا عزم کیا۔ انسانیت کی خدمت کا جو مشن آپ نے شروع کیا تھا آج دنیا بھر میں اُن کی پہچان کا ذریعہ ہے۔ حکومت پاکستان نے آپ کی فلاحی خدمات کے صلے میں آپ کو ستارہ ءامتیاز سے نوازا۔ آپ کی انہی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کراچی یونی ورسٹی نے آپ کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔

۱۹۸۷ء میں جب کراچی میں بھوری بازار بم دھماکوں سے گونج اٹھا، بکھری لاشوں اور زخموں سے رستے ہوئے لہو نے آپ کے ذہن پر گہرا اثر چھوڑا۔ اسی وقت انہوں نے فیصلہ کیا کہ لوگوں کو سکون فراہم کرنے کا ذریعہ بننا ہی دراصل سکون حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ انہوں نے چھیپا ویلفیئر کے نام سے فلاحی ادارے کی بنیاد رکھی جو آج پاکستان میں فلاح انسانیت کا ایک بہت بڑا ادارہ ہے۔ انہوں نے اول اول اپنے جیب خرچ سے اس فلاحی منصوبے کی بنیاد رکھی۔ اس سلسلے میں آپ نے کراچی کے سب سے بڑے سول ہسپتال کا انتخاب کیا۔ آپ دن رات جاگ کر ضرورت مندوں کے لیے ادویات کا انتظام کرتے تھے۔ رمضان چھیپا کی زیرِ نگرانی چلنے والے دستر خوان سے کم وبیش تیس ہزار غربا کو دو وقت کا کھانا پیش کیا جاتا ہے۔ آپ نے اپنی شاہانہ زندگی ترک کر کے سادہ زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا۔ وطن سے اُن کے عشق کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ سال کے تین سو پینسٹھ دن سبز رنگ کا لباس زیب تن رکھتے ہیں۔

خالدہ بروہی

اویس اختر چوہدری
انٹرمیڈیٹ سال اول، رائٹ ہاؤس

خالدہ بروہی 'سگھڑ فاؤنڈیشن' کی بانی ہیں۔ سگھڑ فاؤنڈیشن کا مقصد پاکستان کے دیہی اور قبائلی علاقوں میں خواتین کو ہنر سکھا کر اس قابل بنانا ہے کہ وہ اپنے خاندان کا سہارا بن سکیں۔ خالدہ بروہی سگھڑ فاؤنڈیشن کے پلیٹ فارم سے عورتوں کے معاشی مسائل کے حل کے لیے ۲۰۱۵ء سے کوشاں ہیں۔ آپ کی ان کاوشوں کو ملکی و غیر ملکی سطح پر بے حد سراہا گیا ہے۔

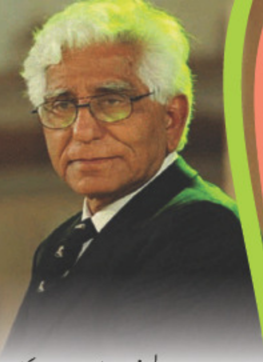

فخرِ انسانیت

ڈاکٹر ادیب الحسن رضوی

گل شیر
انٹر میڈیٹ سال دوم، پیک ہاؤس، معاون مدیر

عالمی شہرت یافتہ ماہر طب، ڈاکٹر ادیب رضوی مجبور اور دکھی انسانیت کے درد پر مرہم رکھنے کے حوالے سے پاکستان اور پاکستان سے باہر انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ آپ پاکستان میں گردوں کے امراض کے علاج کے بانی تصور کیے جاتے ہیں۔ ۱۹۳۸ء میں کراچی میں پیدا ہونے والے ڈاکٹر رضوی انگلینڈ میں اعلیٰ تعلیم کے بعد اپنے وطن واپس لوٹے اور سول ہسپتال کراچی میں کام کا آغاز کیا۔ آپ یہاں کی مخدوش صورت حال دیکھ کر انتہائی پریشان ہوئے اور آپ نے کچھ کر دکھانے کی ٹھانی۔ ۱۹۷۱ء میں سول ہسپتال کراچی میں ۸ بستروں پر مشتمل ایک وارڈ کے قیام سے آپ نے اپنے خواب کی تکمیل کا آغاز کیا۔ ۱۹۹۲ء میں یہ وارڈ 'سندھ انسٹیٹیوٹ آف یورالوجی اینڈ ٹرانسپلانٹیشن' (SIUT) کے نام سے ایک الگ ادارے کی حیثیت سے جانا جانے لگا۔

ڈاکٹر رضوی نے سندھ انسٹیٹیوٹ آف یورالوجی اینڈ ٹرانسپلانٹیشن کی تشکیل کے لئے کئی دہائیوں تک دن رات ان تھک محنت کی۔ آپ اور آپ کی ٹیم نے اس نیکی کے کام کو عملی جامہ پہنانے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کیں۔ آج اس ادارے سے مستحقین کی تشخیص، علاج، ادویات اور سرجری بلا معاوضہ کی جاتی ہے۔ یہ ادارہ آج تشخیص سے لے کر سرجری تک تمام مراحل کے لیے جدید ترین آلات سے مدد لے رہا ہے۔ اس ادارے سے سالانہ ایک لاکھ سے زائد افراد گردوں کے مختلف امراض میں شفا پاتے ہیں۔

ڈاکٹر ادیب رضوی کو ملکی و عالمی سطح پر بے شمار اعزازت سے نوازا جا چکا ہے جن میں سے ایک 'میگسے سے ایوارڈ'' بھی ہے۔ آپ سے لوگ بے پناہ محبت کرتے ہیں اور آپ کے نزدیک یہی سب سے بڑا سرمایہ ہے۔

پروین سعید

فرہمند خان بازئی
جماعت ہفتم، رائٹ ہاؤس

سرجانی ٹاؤن کراچی سے تعلق رکھنے والی پروین سعید ''کھانا گھر'' کی منتظم ہیں۔ یہاں غریب گھرانوں اور مزدوروں کو بہت کم قیمت پر کھانا فراہم کیا جاتا ہے۔ کھانا مفت بانٹنے کی بجائے انتہائی کم قیمت پر دینے کے پیچھے جو سوچ کارفرما ہے وہ یہ ہے کہ کسی غریب آدمی کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔ کھانے کا معیار کسی بھی معیاری ہوٹل سے کم نہیں۔ پروین سعید کا یہ پروجیکٹ انسانیت کی خدمت کا ایک منفرد انداز ہے۔

اعتزاز حسن بنگش شہید

حسام شفیق چیمہ
انٹرمیڈیٹ سال دوم، پیک ہاؤس

اعتزاز حسن شہید ۱۹۹۷ء میں مجاہد علی کے ہاں پیدا ہوئے۔ اِن کا آبائی گاؤں ہنگو تھا۔ یہ خیبر پختونخواہ کے ضلع ہنگو کے ایک اسکول کے طالب علم تھے جنھوں نے ۶ جنوری ۲۰۱۴ء کو ہنگو کے گاؤں ابراہیم زئی میں ایک خودکُش حملہ آور کو دو ہزار طلبا کی تعداد کے حامل اسکول میں داخل ہونے سے روک کر اپنی جان کی قربانی دی۔ اعتزاز کے اس کارنامے نے قوم کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ اِن کے اس کارنامے پر اِن کو ''ستارہ شجاعت'' سے نوازا گیا۔

یہ نویں جماعت کے طالب علم تھے۔ یہ جس علاقے میں رہتے تھے وہاں طالبان کے ہاتھوں بہت سے لوگ اس سے پہلے شہید ہو چکے تھے۔ اتنی مشکلات سہنے کے باوجود ان لوگوں نے اپنے وطن کی حفاظت کی قسم اٹھا رکھی ہے۔ ۷ جنوری ۲۰۱۴ء کو اعتزاز گورنمنٹ ہائی اسکول ابراہیم زئی کے گیٹ کے باہر اپنے دو دوستوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ اس دن اعتزاز اور ان کے ساتھیوں کو دیر سے آنے کی وجہ سے صبح اسمبلی میں جانے سے روک دیا گیا تھا۔ اسی وقت مبینہ طور پر ایک پچیس سالہ شخص گیٹ کی طرف بڑھا اور بولا کہ میں یہاں پر داخلہ لینے آیا ہوں۔ ایک طالب علم نے اُس شخص کی بنیان پر بم کو چلانے والا بٹن دیکھا۔ فوراً اعتزاز کے دوست اسکول کے اندر بھاگ گئے جب کہ اعتزاز نے اِس شخص کا سامنا کیا جس نے اِسی اثنا میں وہ بٹن دبا دیا۔

کچھ شاہدین کے مطابق اعتزاز جب اسکول جا رہے تھے تو انہیں ایک مشکوک شخص نظر آیا جب اعتزاز نے اُسے روکنے کی کوشش کی تو وہ تیزی سے اسکول کی جانب چلنے لگا۔ اعتزاز نے اِسے پتھر مار کر روکنے کی کوشش کی مگر اُس کی یہ کوشش ناکام رہی۔ اس کے بعد اعتزاز اُس کی طرف دوڑا۔ اُس کو قابو کیا تاکہ اُسے خودکش جیکٹ پھاڑنے سے روک سکے۔ اعتزاز ہسپتال میں شہید ہوئے۔ کسی اور طالب علم کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اُن کے اس کارنامے نے سینکڑوں طالب علموں کی جان بچائی۔ ہزاروں لوگوں نے اِن کے احترام میں اِن کے جنازے میں شرکت کی۔

عوامی سطح پر انہیں نشان حیدر یا اس کے برابر کوئی اعلیٰ سول اعزاز دینے کا شدید مطالبہ کیا گیا۔ ۱۲ جنوری کو عالمی انسانی حقوق کمیشن نے اِن کے نام پر عالمی سطح پر بہادری کا ایک انعام اِن کے نام سے موسوم کر دیا ہے۔ اعتزاز حسن کو سال ۲۰۱۴ء کا عالمی نقیب قرار دیا گیا ہے۔ پاکستان کے چیف آف آرمی اسٹاف جنرل راحیل شریف نے اعتزاز حسن کے بارے میں کہا: ''یہ ایک قومی ہیرو ہے، جس نے اپنا آج ہمارے کل کے لیے قربان کر دیا ہے۔''

میری اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اعتزاز حسن جیسا جذبہ ہمارے ملک کے نوجوانوں کو بھی عطا کرے۔ آمین

انصار برنی

شاہ زیب حسن
انٹرمیڈیٹ سال دوم، ونگ ہاؤس

اپنے لیے تو سبھی جیتے ہیں مگر اصل انسان وہ ہے کہ جو دوسروں کے لیے جئے۔ دوسروں کے دکھ درد میں بغیر کسی دنیاوی حرص و لالچ کے شریک ہو۔ ایسی ہی ایک شخصیت انصار برنی کی ہے جو انسانیت کی بے لوث خدمت کر رہے ہیں۔ نوجوان لڑکیوں کی اسمگلنگ ہو یا پھر زعفران بی بی کا قصہ، مقدونیہ میں پاکستانیوں کا قتلِ عام ہو یا گوانتاناموبے میں بے گناہوں کی قید، انصار برنی نے ہمیشہ انسانی حقوق کے لیے آواز بلند کی۔

عالمی سطح پر انسانی حقوق کے علم بردار انصار برنی ۱۴ اگست کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ۱۹۸۰ء سے ''انصار برنی ٹرسٹ'' کے نام سے انسانی حقوق کے لیے کام شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے ''بیورو آف مسنگ چلڈرن'' اور ''پرزنرز ایڈ سوسائٹی'' کے نام سے بھی ادارے قائم کر کے انسانیت کی خدمت کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔ انصار برنی اب تک نو لاکھ معصوم قیدیوں کو رہائی دلانے میں کامیاب ہو چکے ہیں جو پاکستان اور دوسرے ممالک کی جیلوں میں طویل عرصے سے قید تھے۔ اُن میں سے اکثر پچاس سے پچپن سال کی غیر قانونی سزائیں پوری کرنے کے بعد رہا کروائے گئے۔ بعض تو پیدا ہی جیل میں ہوئے اور کئی دہائیاں جیل میں گزار چکے تھے۔ انصار برنی کی بھرپور کوششوں کے نتیجے میں انہیں آزادی کا پروانہ نصیب ہوا۔

انصار برنی نے ایڈز سے متاثرہ قیدیوں کے علاج اور اس مرض کی آگاہی پھیلانے کے لیے بھرپور کوششیں کیں۔ ''انصار برنی ٹرسٹ'' نے بیس ہزار سے زائد افراد جو کہ پاگل نہ ہونے کے باوجود پاگل خانوں میں غیر قانونی طور پر قید تھے، انہیں رہا کروایا۔ آپ کے زیرِ انتظام کام کرنے والی ''گمشدہ افراد کی تنظیم'' نے تین لاکھ سے زائد گم شدہ افراد کی بازیابی ممکن بنائی اور کتنی ہی ماؤں کے لختِ جگر اُن کے گھروں تک پہنچائے۔ ۲۰۰۵ء میں امریکہ کے ایک ادارے نے انصار برنی کے لیے ''بین الاقوامی انسانی حقوق کے علمبردار'' کے ایوارڈ کا اعلان کیا۔ انصار برنی نے اندرون سندھ سات ہزار ہندو بچوں کو غلامی کی زندگی سے نجات دلوائی۔ اب انصار برنی اور اُن کا ٹرسٹ دن رات انسانی اسمگلنگ روکنے کے لیے سرگرمِ عمل ہے۔

۱۹۸۴ء میں جنرل ضیاالحق نے دوبار انصار برنی کو وفاقی وزارت کی پیش کش کی جو انہوں نے رد کر دی۔ انہیں اس کے علاوہ بھی بیشتر مواقع پر وزارت کی پیش کش کی جاتی رہی مگر آپ نے ہمیشہ اُسے شکریے کے ساتھ قبول کرنے سے معذرت کر لی۔ ۲۰۰۲ء میں اُن کو ''ستارہ امتیاز'' سے نوازا گیا جو پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار انسانی حقوق کے شعبے میں خدمات کے عوض دیا گیا۔ ۲۳ مارچ ۲۰۱۳ء کو ایک اور قومی سول ایوارڈ ''ہلالِ امتیاز'' سے بھی انہیں نوازا گیا جو اُن کی انسانی حقوق کے لیے خدمات کا اعتراف ہے۔ جب بھی کوئی قدرتی آفت ہو تو ''انصار برنی ٹرسٹ'' امدادی کاموں میں پیش پیش ہوتا ہے۔ انصار برنی انسانیت کی خدمت اور غریب لوگوں کی مدد کرنے میں دلی خوشی محسوس کرتے ہیں۔

میجر لینگ لینڈز

ابوبکر سعید

او۔تھری، پیک ہاؤس

جیفری ڈوگلس لینگ لینڈز ۲۱ اکتوبر ۱۹۱۷ءکو انگلینڈ میں پیدا ہوئے۔جنوری ۱۹۴۴ء میں آپ برطانوی فوج میں شامل ہو کر ہندوستان آگئے اور ایک انسٹرکٹر کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیتے رہے۔قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء میں آپ پاک فوج کا حصہ بنے۔ چھ سال بعد فیلڈ مارشل ایوب خان کی درخواست پر آپ نے ایچیسن کالج لاہور میں انگریزی زبان کی تدریس کا آغاز کیا۔آپ یہاں دورانِ تدریس کیلئے ہاؤس کے ہاؤس ماسٹر رہنے کے ساتھ ساتھ سنئیر اسکول کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے۔کیڈٹ کالج رزمک کے پرنسپل کے عہدے پر بھی انہوں نے خدمات سرانجام دیں۔

آپ کا شاندار کارنامہ پاکستان کے دور دراز علاقے چترال میں ایک اسکول کا قیام تھا۔اس اسکول کی بنیاد ۱۹۸۸ء میں رکھی گئی۔چترال کے طلبا جنہیں جدید علوم سیکھنے میں بہت دشواریاں تھیں، اس ادارے سے مستفید ہوئے۔اس اسکول سے ہزاروں بچوں نے تعلیم حاصل کی اور آج زندگی کے مختلف شعبوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دے رہے ہیں۔

ماسٹر ایوب

ثاقب علی ملک

جماعت ہشتم، رائٹ ہاؤس

ماسٹر ایوب کے نام سے شہرت پانے والے محمد ایوب خان پیشے کے لحاظ سے فائر فائٹر ہیں۔منڈی بہاؤالدین سے تعلق رکھنے والے ایوب خان اپنے سینے میں انسانیت کا درد رکھنے والی شخصیت ہیں۔وہ اسلام آباد کے سیکٹر ایف۔۶ کے ایک عوامی پارک میں فارغ اوقات میں اُن بچوں کو تعلیم و تربیت فراہم کرتے ہیں کہ جو کسی وجہ سے اسکول نہیں جا سکتے۔انہوں نے اپنے اس مشن کے لیے کسی چندے کا انتظار نہیں کیا اور اپنے کام میں جت گئے۔آپ کے پاس کم و بیش اڑھائی سو طلبا و طالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور آپ اُن میں سے کسی ایک سے بھی کوئی فیس وصول نہیں کرتے۔آپ کے خلوص کو دیکھتے ہوئے بہت سے نوجوان آپ کے ہم سفر بن چکے ہیں اور آپ کے ہمراہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے کوشاں ہیں۔

آپ کے اس خلوص اور علم دوستی کے چرچے اب دنیا بھر میں پھیل چکے ہیں۔مشہور خبر رساں ادارے سی این این نے بھی انہیں پاکستان کا ہیرو قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر سعید اختر

محمد ہیثم خان

جماعت ہفتم، ونگ ہاؤس

ڈاکٹر سعید اختر ایک ماہر یورالوجسٹ ہیں۔امریکہ میں اپنا شاندار مستقبل چھوڑ کر وہ اہلِ وطن کی خدمت کے لیے پاکستان واپس آگئے۔عوام کے لیے آپ کی بے لوث محبت ''پاکستان کڈنی اینڈ لیور انسٹی ٹیوٹ اینڈ ریسرچ سنٹر'' کی شکل میں سامنے آئی۔یہ سنٹر آپ کی ان تھک محنت اور شبانہ روز کاوشوں سے پایہ تکمیل کو پہنچا۔اس ادارے سے مہنگے ترین علاج مستحقین کے لیے مفت میسر ہیں۔

حکیم محمد سعید

انل خان
جماعت پنجم، واکر ہاؤس

حکیم محمد سعید، ہمہ جہت شخصیت اور بے پناہ خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ کو ۱۹۹۸ء میں کراچی میں شہید کر دیا گیا مگر انسانیت کے لیے آپ کی خدمات ہمیشہ زندہ و جاوید رہیں گی۔ آپ ایک عظیم ماہرِ طب، اسکالر، لکھاری، مفکر، موجد اور انسانیت دوست شخصیت کے حامل تھے۔

تقسیمِ ہند سے قبل آپ کے والدِ محترم نے ہندوستان میں ہمدرد دواخانہ کی بنیاد رکھی۔ آپ نے قیامِ پاکستان کے بعد نہ صرف اس ادارے کی پاکستان میں تشکیلِ نو کی بلکہ اس ادارے کو پاکستان کے لیے وقف کر دیا۔ آج ہمدرد دواخانہ کے نام کے ساتھ 'وقف پاکستان' کا لکھا ہونا حکیم محمد سعید کی وطن سے بے پناہ محبت کا ایسا ثبوت ہے کہ جو انہیں امر کرنے کے لیے کافی ہے۔ ہمدرد دواخانے کا آغاز تو قدرتی طریقہ علاج کے ذریعے دکھی انسانیت کی خدمت تھا۔ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اس ادارے کو بہت وسعت دی گئی۔ اس ادارے نے فروغِ علم کے ساتھ ساتھ رفاعی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حکیم محمد سعید نے کراچی میں ''مدینۃ الحکمت'' تشکیل دیا، اسی ادارے کے تحت ہمدرد یونی ورسٹی کا قیام عمل میں آیا۔ حکیم محمد سعید بچوں سے بے پناہ پیار کرتے تھے۔ ''نونہال'' کی اشاعت اس محبت کا بے پناہ ثبوت ہے۔ حکیم محمد سعید نے بطور گورنر سندھ بھی اپنے فرائضِ منصبی بخوبی نبھائے۔

جے سالک

محمد احمد
جماعت ہشتم، وِنگ ہاؤس

اپنے منفرد انداز کی بدولت عوام میں مقبول ہونے والے جے سالک نے اپنی زندگی کے شب و روز انسانیت کی خدمت کے لیے وقف کر دیے ہیں۔ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کے علم بردار کی حیثیت سے انہیں ہمیشہ قابلِ قدر نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔ وہ دل و جان سے پاکستانی ہیں اور پاکستان کے نام کی سربلندی کے لیے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ پاکستان سے باہر بھی انہوں نے انسانوں پر ہونے والے ظلم کے خلاف آواز بلند کی۔ جے سالک کی کوششیں حقیقت میں معاشرے کی برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ دینے کے لیے ہیں۔

ندرتِ خیال

یومِ اقبال

مرید سلطان
انٹرمیڈیٹ سال اول، رائٹ ہاؤس

جوانوں کو مری آہِ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال وپر دے
خدایا! مری آرزو یہی ہے
میرا نورِ بصیرت عام کر دے

علامہ محمد اقبال عظیم شاعر اور فلسفی ہیں۔ انہوں نے اپنے فلسفیانہ افکار ونظریات کو شعری پیکر عطا کیا اور اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانانِ برصغیر کو خوابِ غفلت سے جگایا۔ انہوں نے علیحدہ وطن کا تصور پیش کیا اور اس تصور کی روشنی میں برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں نے اپنے لیے الگ آزاد وخود مختار وطن پاکستان کے نام سے قائم کیا۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اقبال کے افکار ونظریات کو پڑھیں، سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔

دنیا میں اس وقت مسلمان زوال کا شکار ہیں اور اس زوال سے نکلنے کا واحد حل علامہ محمد اقبال کے افکار ونظریات پر عمل کرنا ہے۔

لارنس کالج کا شمار ملک کے بہترین تعلیمی اداروں میں ہوتا ہے۔ جہاں طلبا کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی ذہنی اور اخلاقی تربیت کا خاطر خواہ انتظام کیا جاتا ہے۔ اقبال کی شاعری میں نوجوان نسل کی اخلاقی تربیت کے سنہری اصول موجود ہیں۔ فکرِ اقبال کی ترویج وتدریس کے لیے لارنس کالج میں "بزمِ اقبال" کے نام سے ایک سوسائٹی ایک سال سے کام کر رہی ہے۔ جس کا اولین مقصد طلبا کو فکرِ اقبال سے روشناس کروانا ہے۔ بزمِ اقبال کے زیرِ اہتمام ۹ نومبر ۲۰۱۶ء کا لارنس کالج میں یومِ اقبال کی تقریب منعقد کی گئی تھی۔ اس تقریب کے مہمانِ خصوصی پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب صابر تھے جو کہ ایک بہترین محقق اور

ماہرِ اقبال شناس ہیں۔ حکومتِ پاکستان نے اُن کی خدمات کے صلے میں انہیں ''صدارتی ایوارڈ برائے حسن کارکردگی'' اور'' علامہ اقبال صدارتی ایوارڈ'' سے نوازا ہے۔ یومِ اقبال کے موقع پر انہوں نے لارنس کالج میں نوجوان گیلینز اور اساتذہ کرام سے خطاب کیا اور فکرِ اقبال کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ خطاب کے اختتام پر نوجوان گیلینز نے فکرِ اقبال پر مختلف سوالات مہمان مقرر سے پوچھے جن کا انہوں نے تسلی بخش اور موثر انداز میں جواب دیا۔ انہوں نے یہ واضح کیا کہ اس وقت زوال سے نکلنے کا مسلمانوں کے پاس واحد حل یہ ہے کہ وہ اپنی زندگیوں اور اداروں میں علامہ اقبال کی تعلیمات کو رائج کریں۔ اقبال کی تدریس کے حوالے سے انہوں نے پرنسپل لارنس کالج کی کوششوں کو سراہا اور کہا کہ پاکستان کے انگلش میڈیم اداروں میں سے لارنس کالج وہ واحد ادارہ ہے جہاں طالب علموں کو باقاعدہ اقبال کی شاعری اور افکار پڑھائے جاتے ہیں جو کہ ایک شاندار اور قابلِ ستائش عمل ہے۔

اقبال کا مردِ مومن

سید مہدی شاہ

انٹرمیڈیٹ سال دوم، ونگ ہاؤس

وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کی رگ و پے میں فقط مستیِ کردار

مردِ مومن کی تکمیل و تربیت، خودی کے تین مراحل سے ہوتی ہے۔ پہلے دو مراحل ''اطاعت الٰہی اور ضبطِ نفس کے ہیں'' جبکہ تیسرا مرحلہ ''نیابت الٰہی'' کا ہے۔

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

اقبالؔ کا یہ عقیدہ اور پختہ ایمان تھا کہ مردِ حق اصل میں عالم کی سربراہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے پاس ایمان و یقین کی ایسی دولت ہے جس سے وہ تمام دنیا کی رہنمائی کا فریضہ ادا کر سکتا ہے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اقبالؔ ایک اور مقام پر مردِ مسلماں کی خوبیوں کو ربِ کائنات کی خوبیوں کا عکس قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

قہاری وغفاری و قدوسی وجبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

اقبالؔ کا مردِ مومن دراصل قرآنی تعلیمات کا مجسم ہے۔ اقبالؔ کے مردِ مومن کو اس کے ایمان کی قوت اور یقین کی ناقابلِ تسخیر طاقت دنیا کے سارے انسانوں سے، جو بے شک فریب میں مقید ہیں، ممتاز کر دیتی ہے۔ اس طرح وہ بزدل انسانوں کے مقابلے میں اپنی شجاعت و مردانگی اور روحانی قوت کی وجہ سے دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے۔

فکرِ اقبال کا فروغ

وقار احمد بگٹی

انٹرمیڈیٹ سال دوم، معاون مدیر، واکر ہاؤس

بلاشک وشبہ علامہ اقبال پاک و ہند کی ایک ایسی تاریخ ساز اور عہد ساز شخصیت ہیں کہ جنھوں نے نہ صرف ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ایک الگ ریاست کا نظریہ پیش کیا بلکہ اپنی شاعری میں ایک ایسا انقلاب آفریں پیغام دیا کہ جس کا آفتاب مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔ اس کی اولین کرنیں اسلامی مشرق کو بیدار، متحد اور مضبوط کرتی ہیں۔ پھر اس کی بھرپور روشنی عالمِ انسانی کو منور کرتی ہے۔ اقبالؒ نئی دنیا کی تعمیر کی دعوت دو وجوہ کی بناء پر دیتے ہیں۔ اول یہ کہ سارا عالمِ اسلام سامراج کے آہنی جال میں اسیر ہے۔ انسانیت کا سچا درد رکھنے والا کوئی بھی شاعر محکوم و مجبور انسان کی مادی اور روحانی غلامی کی زنجیروں سے قطع تعلق نہیں رہ سکتا۔ دوم یہ کہ اخوت و مساوات کے اسلامی تصورات ہی اتحادِ انسانی کی معتبر اور پائیدار اساس بن سکتے ہیں۔ کلامِ اقبال کا بیشتر حصہ ایسا ہے کہ جس میں براہِ راست انسانوں سے خطاب ہے۔ یہ انسانوں کی ترجمانی ہے۔ انسان دوستی، احترامِ آدمیت اور عظمتِ انسانی، تاکید و تفسیر کلامِ اقبال کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ کلامِ اقبالؒ میں خاصی تعداد میں ایسے اشعار ہیں کہ جن کا موضوع انسان اور عالمِ انسانیت ہے۔ وہ آج کی دنیا میں انقلاب کیلئے مشرق کی سرزمین کو موزوں ترین تصور کرتے تھے۔ درحقیقت اقبالؒ کی انسان دوستی کو قرآنی تصورِ توحید سے الگ کرنا ممکن نہیں ہے۔ نظریہ توحید ہی انسان کو مستقل طور پر نجات دلاتا ہے اور مظلوم کو ظالم سے آنکھیں چار کرنے کا حوصلہ بھی دیتا ہے۔

اقبال کی تعلیمات کیا ہیں؟ یقینِ محکم، عملِ پیہم، آزادی، مساوات، اخوت، صداقت، عدالت، محبت، احترامِ انسانیت اور یہ سب تعلیمات واقدار آفاقی ہیں۔ اقبالؒ کی توجہ کا مرکز نہ صرف ملتِ اسلامیہ ہے بلکہ پوری انسانیت ہے۔ اُمتِ مسلمہ پر اس لیے زیادہ توجہ دی کہ وہ ایک آفاقی پیغام کی علمبردار ہے جسے بروئے کار لایا جائے تو دنیا کی تقدیر بدل سکتی ہے۔ کلامِ اقبال کے تراجم مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں اور علم و آگہی کے متلاشی ان سے استفادہ بھی کر رہے ہیں۔

بہار کا موسم

سیف اللہ جاوید

جماعت چہارم، رائٹ ہاؤس

میرا پسندیدہ موسم بہار کا موسم ہے۔ یہ موسم فروری اور مارچ میں شروع ہوتا ہے۔ بہار کے موسم میں ہر طرف ہریالی ہوتی ہے۔ اس موسم میں نئے پھول کھلتے ہیں۔ پھل دار درختوں پر پھل لگتے ہیں۔ مجھے بہار کا موسم اس لئے اچھا لگتا ہے کہ بہار کے موسم میں سرسبز پتے اپنے جوبن پر ہوتے ہیں۔ بہت سی تتلیاں پھولوں پر منڈلاتی ہیں۔ بہار کا موسم خوشگوار ہوتا ہے۔ میری پوری فیملی بہار کا موسم پسند کرتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ بہار کا موسم ہمیشہ رہے۔ اس موسم میں ہر جگہ خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر طرف پھول ہی پھول نظر آتے ہیں۔ اس لئے انسان بھی اس موسم میں بہت خوش ہوتے ہیں۔ ہمیں اس خوبصورت موسم کی قدر کرنی چاہیے اور پھول نہیں توڑنے چاہئیں۔

اسلام آباد لٹریچر فیسٹیول ۲۰۱۶ء

ولی اللہ جمالی
او۔ تھری، رائٹ ہاؤس

ہمارے استادِ محترم جناب ذوالفقار علی سجاد نے ہمیں ۱۵ اپریل کی صبح یہ خوش خبری سنائی کہ اگلی صبح ہم اسلام آباد ادبی میلے میں شرکت کے لیے کالج سے روانہ ہوں گے۔ یہ خبر سنتے ہی سبھی طلبا کے چہروں پر مسکراہٹ اور دلوں میں پھلجڑیاں پھوٹنا شروع ہوگئیں۔ گیلینز کے لیے وہ لمحے انتہائی خوشی کے ہوتے ہیں کہ جب انھیں کالج سے باہر گھومنے پھرنے کا موقع ملے۔ یہاں خوشی اس لیے بھی زیادہ تھی کہ اسلام آباد کے ادبی میلے میں ایسے لوگوں سے ملنے کی بھی امید تھی کہ جن کا تذکرہ ہم ٹی وی شوز میں سنتے یا اخباروں میں پڑھتے آئے ہیں۔

اگلی صبح اسمبلی کے فوراً بعد او۔تھری کے طلبا باسکٹ بال کورٹ میں گاڑی کے منتظر تھے۔ گاڑی آتے ہی سبھی دوستوں نے سیٹوں پر قبضہ جمایا اور ذوالفقار صاحب کا انتظار کرنے لگے۔ اُن کے آتے ہی ہم اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ سفر خوش گپیوں میں کٹا۔ اسلام آباد ادبی میلے میں پہنچے تو یہاں ایک الگ ہی دنیا بسی دیکھی۔ یہاں مختلف ہالوں میں لیکچرز کا اہتمام کیا گیا تھا جہاں زندگی کے مختلف شعبوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے والے لوگ اپنے تجربات کی روشنی میں اظہارِ خیال کرنے والے تھے۔ کھلے لان میں مختلف کتابوں کے اسٹال لگے ہوئے تھے۔ ہم نے ادھر کا رخ کیا۔ اتنے میں ۹۲ نیوز کے نمائندہ نے جناب ذوالفقار صاحب اور چند طلبا سے ادبی میلے کی افادیت اور کتابوں کی اہمیت پر گفتگو کی۔ طلباء نے کتابوں کے ان اسٹالز

سے اپنی اپنی پسند کے مطابق کتب خریدیں۔

وقتِ مقررہ سے پہلے ہم نے "فیض احمد فیض اوپن ایئر تھیٹر" کا رخ کیا۔ ہم چاہتے تھے کہ ہم مقررین کو سننے کے لیے اگلی نشستیں حاصل کر سکیں۔ اس ہال میں جدید نظم کے نمائندہ شعراء کے ساتھ ایک نشست تھی۔ شرکا میں معروف شعرائے کرام فہمیدہ ریاض، کشور ناہید اور ڈاکٹر روش ندیم شامل تھے۔ ڈاکٹر روش ندیم ہال میں داخل ہوئے تو ذوالفقار صاحب نے انہیں ہم سب سے متعارف کروایا۔ وہ بہت گرم جوشی کے ساتھ طلبا سے ملے۔ ہمارے درمیان بیٹھ کر انہوں نے ایک خوبصورت تصویر بھی بنوائی جو یقیناً ایک خوبصورت یاد بن کر ہمارے ساتھ رہے گی۔ اسی دوران معروف ادیب مستنصر حسین تارڑ بھی ہمیں نظر آ گئے۔ طلبا نے انہیں گھیر لیا اور اُن کے ساتھ گفتگو کے ساتھ ساتھ خوب صورت تصویریں بھی بنوائیں۔

کچھ ہی دیر میں کشور ناہید اور فہمیدہ ریاض بھی تشریف لے آئیں اور یوں ایک خوب صورت گفتگو کا آغاز ہوا۔ کشور ناہید، فہمیدہ ریاض اور ڈاکٹر روش ندیم کے درمیان گفتگو سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ جدید اردو شاعری کی تحاریک، اسباب اور رجحانات پر گفتگو نے ہم پر سوچ کے کئی نئی زاویے وا کر دیے۔ ان نامور شاعروں کا کلام ان کی زبان سے سننے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

اس سیر حاصل گفتگو کے بعد جو اگلا پروگرام شروع ہونے جا رہا تھا اُس کا مجھے شدت سے انتظار تھا۔ پاکستانی سیاست میں سرگرمِ عمل میری پسندیدہ شخصیت حنا ربانی کھر اُس میں مہمان مقررہ تھیں۔ اینا ٹول لیون جو کہ ایک معروف لکھاری ہیں اور پاکستان کے حوالے سے اُن کی تحریریں مستند مانی جاتی ہیں، اُن کی حنا ربانی کھر کے ساتھ گفتگو شروع ہوئی۔ شرکا نے پاکستان کو درپیش مشکلات اور اُن کے حل پر گفتگو کی۔ اینا ٹول لیون نے دلائل سے ثابت کیا کہ پاکستان کو درپیش مشکلات ایسی نہیں ہیں کہ ہم مستقبل سے ناامید ہو کر بیٹھ جائیں۔ حنا ربانی کھر جو کہ پاکستان کی وزیر خارجہ بھی رہ چکی ہیں نے پاکستان کی خارجہ پالیسی کو آڑے ہاتھوں لیا۔ حنا ربانی کھر کے ساتھ ایک تصویر کھنچوانے کی خواہش پوری نہ ہو سکی، مگر میں نے اپنی اس خواہش کی تسکین اُن کے ایک پوسٹر کے ساتھ تصویر کھنچوا کر پوری کی۔

کھانے کے وقفے کے بعد ہم نے پھر دوبارہ "فیض احمد فیض اوپن ایئر تھیٹر" کا رخ کیا جہاں آصف فرخی کا مستنصر حسین تارڑ کے ساتھ ایک مکالمہ شروع ہونے جا رہا تھا۔ اسی دوران پرنسپل لارنس کالج جناب بریگیڈیئر (ر) مجاہد عالم بھی وہاں تشریف لائے۔ وہ بھی اسلام آباد ادبی میلے میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ماہرین کی گفتگو سن چکے تھے۔ انہوں نے طلبا کے ساتھ اسلام آباد ادبی میلے کے شرکا اور اُن کے افکار پر گفتگو کی۔ تھوڑے انتظار کے بعد پروگرام شروع ہوا۔ مستنصر حسین تارڑ اور آصف فرخی کے درمیان ہونے والی گفتگو میں بے ساختگی، مزاح اور شائستگی کا حسین امتزاج دیکھنے کو ملا۔

اگلا پروگرام معروف شاعر انور مسعود کے ساتھ ایک شام تھی۔ انور مسعود کو دیکھنے اور سننے کے شوق میں سبھی مچل رہے تھے۔ ہال میں تل دھرنے

کوجگہ نہ تھی۔انور مسعود آئے تو سبھی نے کھڑے ہو کر اُن کا استقبال کیا۔ایسا شاندار استقبال صبح سے کسی اور مقرر کے لیے دیکھنے کو نہ ملا تھا۔انہوں نے اپنے دلوں میں گھر کر جانے والے لہجے میں اپنا دلنشیں کلام بھی سنایا اور خوبصورت یادیں بھی ہمارے ساتھ شیئر کیں۔ایک ایسا پروگرام کہ جسے ہم کبھی نہیں بھلا سکتے بالآخر ختم ہوا اور ہمیں بے شمار یادیں دے گیا۔آتے آتے کتابوں کے سٹال سے ہوتے ہوئے ہم سینٹورس کے راستے سے لارنس کالج کے سفر پر گامزن ہوئے۔

اچکزئی

مصور خان اچکزئی

جماعت نہم، پیک ہاؤس

پٹھانوں کے دو بڑے قبیلے ہیں، درانی اور غلجی۔اچکزئی، درانی قبیلے کی ایک شاخ ہے۔اس قبیلے کے لوگ بلوچستان کے شمال مغرب، چمن، کوئٹہ، پشین اور دیگر بہت سے علاقوں میں رہتے ہیں۔ان کے علاوہ افغانستان کے کچھ صوبوں میں جیسے قندھار، ہلمند اور پکتیا میں بھی اس قبیلے سے تعلق رکھنے والے افراد کی اکثریت آباد ہے۔ان کی کل آبادی تقریباً ۴۰ لاکھ ہے۔یہ لوگ پہاڑی علاقوں میں رہنا پسند کرتے ہیں۔

اچکزئی قبیلے کی مزید کئی شاخیں ہیں۔ہر قبیلے کا ایک الگ سردار ہوتا ہے جو جرگے کے ذریعے قبیلے کے تمام مسائل حل کرتا ہے۔تمام معاملات افہام و تفہیم سے حل کیے جاتے ہیں۔

اس قبیلے کے لوگ نہایت ہی بہادر، جفاکش اور مہمان نواز ہوتے ہیں۔ان کی اکثریت زمیندار اور تاجر ہے۔ان کا زیادہ تر کاروبار چمن بارڈر پر ہوتا ہے۔جہاں یہ لوگ خشک میوہ جات اور الیکٹرانکس کی اشیاء برآمد کرتے ہیں اور سبزیاں اور کپاس درآمد کرتے ہیں۔ان کے انگور کے باغات بھی ہیں اور مویشی بھی پالتے ہیں۔

اچکزئی قبیلے نے انگریزوں کے ساتھ بہت سی جنگیں لڑیں جن میں اکثر اچکزئی فاتح رہے۔دوسری افغان جنگ کے موقع پر درہ خوجک میں انہوں نے انگریزوں کے لئے بہت سی مشکلات پیدا کیں اس وقت ان کے سرکردہ رہنما سردار عبداللہ خان تھے۔

ان کا لباس نہایت ہی سادہ اور دلکش ہوتا ہے۔بڑے لوگ پگڑی (جو ۱۰ میٹر لمبے کپڑے سے بنی ہوتی ہے) واسکٹ، قمیص اور چادر اوڑھتے ہیں۔چاندی کی انگوٹھی جس میں ایک قیمتی نگینہ ہوتا ہے، وہ پہنتے ہیں۔عورتوں کی قمیص پر کڑھائی کی گئی ہوتی ہے اور وہ بڑے بڑے دوپٹے اوڑھتی ہیں۔اس قبیلے نے بہت سے شاعروں کو جنم دیا ہے۔ملا سلام اخوند چمن کا ایک مشہور شاعر ہے اور موسیقار وحید اچکزئی بھی بہت مشہور ہیں۔معروف مزاحیہ اداکار قادر خان بھی اچکزئی ہیں۔یہ لوگ ایک خاص رقص جسے پشتو میں ''آتن'' کہتے ہیں، بڑے شوق سے کرتے ہیں۔

اس قبیلے کے افراد گوشت کے بہت شوقین ہیں ان کے پسندیدہ کھانوں میں ''لانڈی'' ''شوربا'' اور ''کوت غوڑی'' شامل ہیں۔یہ لوگ لسی اور قہوہ بڑے شوق سے پیتے ہیں۔

یہ قبیلہ فٹ بال اور باکسنگ کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔پاکستان کی فٹ بال ٹیم میں آٹھ کھلاڑی اچکزئی ہیں۔پاکستان فٹبال ٹیم کے کپتان کلیم اللہ اچکزئی ہیں جنھوں نے قازقستان لیگ میں ایک سیزن کے دوران ۳۳ گول کئے اور اب امریکن لیگ میں کھیل رہے ہیں۔اس کے علاوہ میرواس اچکزئی ہیں جنھوں نے باکسنگ میں پاکستان کے لئے بہت سے میڈل جیتے ہیں۔

قصے کہانیاں

رافع امان تارڑ
کلاس چہارم، پیک ہاؤس

آزمیر حسن
کلاس چہارم، رائٹ ہاؤس

میں رافع امان اور میرے ساتھی آزمیر حسن جونیئر سکول کی تازہ ترین کہانیوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔

☆ لارنس کالج میں رات کے وقت تمام بچے اور کالج کے ملازم نیند کے مزے لے رہے تھے کہ اچانک چھت سے ایسی آوازیں آنا شروع ہوگئیں جیسے کوئی آسمان سے بڑے بڑے پتھر برسا رہا ہو۔ یہ آوازیں اولوں کی تھیں۔ ساتھ ہی طوفانی بارش شروع ہوگئی۔ پوری رات بارش ہوئی۔ خطرناک طوفان نے ہمارے کالج کو گھیرے رکھا۔ بہت سے بچے نیند سے بیدار ہوگئے۔ اگلی صبح کالج کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ کالج میں جگہ جگہ کھلنے والے پھول طوفان کا شکار ہو چکے تھے۔ سجا سجایا گلشن اچانک ویرانی کا نمونہ پیش کر رہا تھا۔ درختوں کے پھول اور پتے زمیں پر آ چکے تھے۔

☆ یہ خبر میرے ہم جماعت اسد کی ہے۔ ایک دن اسد کلاس میں منہ میں سٹیل کا پیمانہ لیے بیٹھا تھا کہ اچانک اس کو غلطی سے کسی نے پیچھے سے دھکا دیا اور پیمانہ اُس کے منہ میں چلا گیا۔ اس کے منہ سے خون نکلا۔ اس نے شیشے میں دیکھا تو اس کے گلے میں زخم آ چکا تھا۔ اُس نے اپنی ٹیچر سے جھوٹ بولا کہ اس کے گلے میں درد ہے۔ جب اس کی ٹیچر نے اُسے ہسپتال بھیجا اور کہا کہ سچ بتاؤ تو اس نے سچ بتا دیا۔ باوجود ٹیچر کے منع کرنے کے اُس نے پیمانہ منہ میں ڈالا اور ذرا سا دھکا لگنے سے اُسے شدید چوٹ لگ گئی۔ اس نے آئندہ ٹیچر کا حکم ماننے کا وعدہ کر لیا۔

☆ ۲۰۱۶ء کا اسپورٹس ڈے اس دفعہ بارش کے ساتھ بہہ گیا۔ بچوں نے پریڈ کی خوب تیاریاں کی ہوئی تھیں۔ اور بھی بہت سے پروگرام زور و شور سے تیار کیے گئے تھے۔ عین سپورٹس ڈے کے دن بادل گھِر آئے اور خوب بارش برسائی۔ ہم سب نے بہت دعائیں کیں کہ بارش نہ ہو۔ لیکن ہماری دعائیں رنگ نہ لائیں۔ سپورٹس ڈے لارنس ہال میں محدود ہو کر رہ گیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ فاؤنڈرز ڈے بہت اچھا ہو گیا۔ اس دفعہ کے مہمانِ خصوصی کو ہم اپنا پی ٹی شو دکھانے میں کامیاب رہے۔

میں رافع اور میرا ساتھی آزمیر حسن اس وقت آپ سے اجازت چاہتے ہیں۔ اپنا خیال رکھیے گا۔ اللہ حافظ۔

مینارِ پاکستان

محمد علی مرزا
جماعت ہفتم، رائٹ ہاؤس

مینارِ پاکستان تحریکِ پاکستان کی بہت اہم یادگار ہے یہ اقبال پارک میں واقع ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں قراردادِ پاکستان منظور ہوئی تھی۔ یہ قرارداد آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء میں منظور کی گئی۔ یہ برصغیر کے مسلمانوں کے اتحاد کا نشان ہے۔ اس کی بلندی ۱۹۶ فٹ ہے۔ یہ جدید فنِ تعمیر کا شاہ کار ہے۔ اس کے نچلے حصے میں کئی آرائشی تختے ہیں۔ کچھ تختوں پر قائداعظم کے فرمودات درج ہیں۔ ایک تختے پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ننانوے نام کندہ ہیں اور ایک تختے پر قراردادِ پاکستان کا متن درج ہے۔ مینارِ پاکستان ہمارے آباؤ اجداد کی عظیم قربانیوں اور جدوجہد کی یاد دلاتا ہے۔

برہان وانی

عبدالباسط خان
جماعت دہم، پیک ہاؤس

برہان مظفر وانی جموں وکشمیر کی تحریکِ آزادی کا کم عمر مجاہد، محمد بن قاسم تو نہیں تھا کہ جس نے ۱۷ سال کی عمر میں سندھ کو فتح کر کے کفرستانِ ہند میں اسلام اور مسلمانوں کے داخلے کا دروازہ کھول دیا مگر اس نے مسلمانانِ کشمیر کے سینوں میں سلگتی ہوئی چنگاری کو ایک بار پھر بھڑکتے ہوئے شعلوں میں تبدیل کر دیا۔ اس کی قربانی کے نتیجے میں آج وادی کے گوشے گوشے سے آزادی کے حق میں نعرے بلند ہو رہے ہیں اور کشمیری نوجوان، بچے، بوڑھے، عورتیں اور مرد پاکستان کے سبز ہلالی پرچم اٹھائے مہلک ترین ہتھیاروں سے لیس بھارتی فوج کی بربریت کا نہایت دلیری سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ سینوں پر گولیاں کھا رہے ہیں اور پیلٹ گنوں کے چھرے اپنے جسموں اور چہروں پر روک رہے ہیں۔ برہان وانی ۱۶ ستمبر ۱۹۹۵ء کو ضلع پلوامہ کے علاقے ترال میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد وہاں ہائر سیکنڈری اسکول کے پرنسپل ہیں۔ بہن گریجویٹ ہے اور اپنے علاقے میں بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتی ہیں۔ برہان وانی نوعمر تھے مگر ذہانت میں بے مثال تھے۔ ۱۵ سال کی عمر میں جہاد کیلئے نکلے اور زندگی کے ۲۱ سال بھی پورے نہ کئے تھے کہ شہادت کے بلند ترین منصب پر فائز ہو گئے۔

بچپن میں جب وہ کھیلنے کودنے کے دور سے گزر رہے تھے تو کرکٹ اُن کا پسندیدہ کھیل تھا۔ وہ پاکستان نہیں بلکہ بھارت کی کرکٹ ٹیم کی طرف سے کھیلنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ بڑے ہو کر بھارتی فوج میں بھرتی ہونا چاہتے تھے۔ اُن کے ذہن میں جہادی بننے کا نہ کوئی تصور تھا اور نہ بندوق اٹھا کر چلنے کی سوچ موجود تھی۔ جب برہان وانی نے ظلم وستم دیکھا تو اُن کے معصوم دل و دماغ میں سوالات اٹھنے لگے کہ اُن کے ہم وطنوں پر یہ ظلم کیوں؟ آہستہ آہستہ اُن کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۰ء کا فیصلہ کن دن آ پہنچا جب وہ حزب المجاہدین میں شامل ہو گئے۔

برہان وانی کی شہادت یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ مقبوضہ ریاست میں چلنے والی تحریک مقامی ہے اور مقامی نوجوان ہی اُسے آگے بڑھا رہے ہیں۔ اس نے جہادِ کشمیر کو مہمیز دینے کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال متعارف کرایا جس سے پڑھے لکھے کشمیری نوجوان اِس گروپ میں شامل ہونے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے چند سرفروشوں کا یہ قافلہ سینکڑوں میں تبدیل ہو گیا۔ برہان وانی کشمیر کے دور دراز علاقوں میں اتنا مقبول ہو گئے تھا کہ کشمیری مائیں اُن کی شہادت پر اَب تک روتی ہیں اور نوجوان موقع ملتے ہی مجاہدین سے جا ملتے ہیں۔ بھارتی فوج اُن کی شہادت کے بعد مقبوضہ کشمیر میں شروع ہونے والی احتجاجی تحریک کو کچلنے کے لئے جو غیر انسانی ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے اس نے کشمیریوں کے لئے مشکلات میں اضافہ کیا لیکن آزادی کی منزل کو اور قریب کر دیا ہے۔

جدید دفاعی ہتھیار

بدر نعیم
انٹرمیڈیٹ سال اول، رائٹ ہاؤس

چین اور مغربی ممالک کا جدید ہتھیاروں میں آگے بڑھنے کا احساس ہوتے ہی روس نے اپنے دفاعی نظام میں بہتری لانے کے لئے ۲۰۱۴ء میں جدید روبوٹ سے لیس آرمی بنانے کا اعلان کردیا۔ یہ محض وقتی اعلان ثابت نہ ہوا۔ روس نے جوق در جوق جدید روبوٹس عالمی میدان میں متعارف کروانا شروع کردیے۔

روس نے روبوٹک آرمی کے چند کامیاب، منفرد اور حیرت انگیز روبوٹوں کو ۲۰۱۶ء میں عالمی میدان میں لانے کا اعلان کیا ہے اور ساتھ ہی اس بات کا بھی دعویٰ کیا ہے کہ دس سال بعد روس کی تقریباً ۳۰ فیصد جنگی طاقت نا ز روبوٹک ٹیکنالوجی پر مبنی ہوگی۔ جس کی تصدیق خود روس کی ملٹری انڈسٹریل کمیٹی نے کی ہے۔ اس وقت روس کے اَن گنت روبوٹک منصوبے روسی دفاعی اداروں میں زیرِ تکمیل ہیں اور کچھ پوری دنیا میں متعارف کروائے جا چکے ہیں۔ ان میں سے کچھ کامیاب روبوٹس کا ذکر کرتے ہیں۔

یوران ۹:

روس کے انجینئروں نے ایک نادر اور حیرت انگیز روبوٹ ٹینک 'یوران ۹' بنایا ہے جو اب تک روس کا سب سے زیادہ طاقتور اور کامیاب روبوٹک ہتھیار تصور کیا جاتا ہے۔ یہ جدید ٹیکنالوجی اور بلا وردی نظام سے لیس ہے۔ 'یوران ۹' عظیم جنگی روبوٹک ٹینک ہے جس میں دو مشین گنیں جڑی ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک مشین گن ۳۰ ملی میٹر توپ جو کہ ۳۵۰ سے ۴۰۰ راؤنڈ فی منٹ کی رفتار سے فائر کرتی ہے جبکہ دوسری سات اعشاریہ چھ ملی میٹر کی مشین گن ہے۔ اس خطرناک روبوٹ کو دو مشین گنوں کے ساتھ ساتھ 'اتاکا سپرسانک گائیڈڈ میزائل' کی ایک بیٹری سے بھی آراستہ کیا گیا ہے۔ جس کی بدولت یہ روبوٹک ٹینک ۸ سے ۱۰ کلومیٹر تک تباہی مچا سکتا ہے۔

پلیٹ فارم۔ ایم:

روس کے دفاعی اداروں نے بہت سے جنگی روبوٹ ایجاد کئے جن میں سے سب سے زیادہ امید افزاء اور متاثر کن روبوٹ پلیٹ فارم۔ ایم ہے جس کو جون ۲۰۱۴ء میں ہی منظر عام پر لایا گیا ہے۔ یہ روبوٹک گاڑی دیکھ بھال، جاسوسی، لڑائی، مقررہ جگہ پر سامان کی فراہمی، زمین میں چھپے بموں کو ڈھونڈ کر ناکارہ کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ نئی ٹیکنالوجی پر مبنی یہ ایک ٹن وزنی مضبوط روبوٹ بڑی مقدار سے مسلح ہو سکتا ہے۔ کلاشنکوف، رائفل، مشین گن، چار گرنیڈ اور لاتعداد راکٹ لانچروں کے ساتھ ساتھ ۳۰۰ کلوگرام تک وزنی ہتھیار اس طاقتور روبوٹ کے ساتھ جوڑے جا سکتے ہیں۔

ایم۔آر۔کے ۲۷بی ٹی:

جنگی روبوٹ 'ایم۔آر۔کے ۲۷بی ٹی' کو باؤمین ماسکو اسٹیٹ ٹیکنیکل یونی ورسٹی میں مکمل طور پر جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ بنایا گیا ہے۔ یہ روبوٹ ۲۰۰۹ء میں ماسکو کی لیبارٹری میں زیرِ تکمیل تھا جس کے بہت سے کامیاب تجربے کیے گئے اور مختلف آزمائشی مراحل سے گزارا گیا۔ جس کے بعد اب ۲۰۱۶ء میں اسے لانچ کیا گیا ہے۔ اس روبوٹ کو خاص طور پر ان خطرناک مواقع پر استعمال کرنے کے لئے بنایا گیا ہے جہاں فوجیوں کی جانوں کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔ ایم۔آر۔کے ۲۷بی ٹی امریکی 'سوارڈز' سے ہی ملتا جلتا روبوٹ ہے۔ خطرناک ہتھیاروں سے مسلح یہ روبوٹ انتہائی مضبوط مواد سے بنایا گیا ہے جو کہ ۸۰۰ گرام تک کے دھماکے کو آسانی سے برداشت کر لیتا ہے۔

ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری

میاں حسن یار مومل

جماعت ہشتم، واکر ہاؤس

زلزلہ، سیلاب، آندھی یا طوفان، کوئی بھی قدرتی آفت آئے تو اس کے آنے کا نہ تو وقت مقرر ہے اور نہ ہی شدت کا اندازہ۔ ذرائع ابلاغ اسے فوراً اپنے انداز سے پیش کرنے لگتے ہیں۔ ان میں بہت سی معلومات کار آمد ہوتی ہیں جن کی وجہ سے فوری ضروریات اور امدادی کاموں کا علم ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ بہت سی ایسی خبریں بھی آجاتی ہیں جو پریشان کن ہوتی ہیں۔ بچے خاص طور پر ایسی خبروں سے بہت زیادہ بے چین اور عدم تحفظ کا شکار ہوتے ہیں۔ اس لئے سب سے زیادہ توجہ بچوں اور نوجوانوں پر دی جائے تا کہ ان پر کسی آفتِ ناگہانی کے منفی نفسیاتی اثرات مرتب نہ ہوں۔ والدین پر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بچوں پر ذرائع ابلاغ کے اثرات سے باخبر ہیں اور ان کے منفی اثرات سے محفوظ رکھیں۔

سندھ ایک عظیم صوبہ

عبدالرافع

جماعت ہفتم، رائٹ ہاؤس

سندھ پاکستان کا ایک خوبصورت اور تاریخی صوبہ ہے۔ اسلام سندھ کے راستے برِصغیر میں آیا اس لیے اس کو "بابُ الاسلام" بھی کہا جاتا ہے۔ سندھ کا پرانا نام 'مہران' اور 'سندھو' ہے۔ سندھ میں زیادہ تر سندھی بولی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اردو، بلوچی، اور میمنی زبان بھی بولی جاتی ہے۔ سندھ میں بہت سی مشہور جگہیں ہیں جن میں قائداعظم کا مزار، مکلی کا قبرستان، موئن جوداڑو اور شاہ عبداللطیف کا مزار بہت مشہور ہیں۔ پاکستان کی سب سے بڑی عمارت بحریہ آئی کون ٹاور کراچی میں واقع ہے۔ سندھ کے مشہور شہروں میں کراچی، حیدر آباد، سکھر اور لاڑکانہ ہیں۔ سندھ میں لگ بھگ ساڑھے تین کروڑ آبادی ہے۔ آبادی کا ساڑھے سات فیصد ہندوؤں پر مشتمل ہے۔ سندھ میں آم، کھجور اور کیلے کے باغات ہیں۔ سندھ میں لوگ بھیڑ بکریاں اور اُونٹ بھی پالتے ہیں۔ سندھی ٹوپی اور اجرک سندھ کی ثقافت کی خاص پہچان ہے۔ قدیم تاریخی شہر ٹھٹھہ اسی صوبے میں ہے اس کے علاوہ یہاں کی جامع مسجد اور منچھر جھیل بہت مشہور ہیں۔ سندھ کو اللہ تعالیٰ نے سمندر سے بھی نوازا ہے۔ نشانِ حیدر پانے والے قوم کے سپوت راشد منہاس شہید کا تعلق بھی اِسی صوبے سے ہے۔ پاکستان کا سب سے بڑا انٹرنیشنل ایئر پورٹ جو "جناح انٹرنیشنل ایئر پورٹ" کے نام سے مشہور ہے، اِسی صوبے میں واقع ہے۔

وادیِ کاغان

فیضان ناصر
جماعت ہفتم، رائٹ ہاؤس

قدرت انسانوں پر بہت مہربان رہی ہے کہ اس نے زمین کو انسانوں کے لیے بہت خوب صورتی سے سجایا ہے۔ وادیء کاغان پاکستان کی خوبصورت ترین جگہوں میں شمار ہوتی ہے۔ ہر سال دنیا بھر سے لاکھوں افراد اس وادی کے حسن سے لطف اندوز ہونے کے لیے آتے ہیں۔ وادی ایک چھوٹے گاؤں "کاغان" کے نام سے منسوب ہے۔ یہ دریائے کنہار کے ساتھ ۲۱۳۴ میٹر بلندی پر واقع ہے اور ۱۵۵ کلومیٹر لمبی ہے۔ یہ وادی اپنے فطری حسن میں لاجواب ہے۔ سردیوں میں شدید سردی پڑتی ہے اس لیے سیاح موسمِ سرما میں اس وادی کا رخ نہیں کرتے۔

یہاں کی سڑک پر سفر کرنے کا اپنا ہی لطف ہے کیونکہ اس وادی کی سڑک بل کھاتی ہوئی بلند و بالا درختوں اور پہاڑوں سے گزرتی ہے۔ ناران کاغان سے دو گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے۔ جھیل سیف الملوک تک تین گھنٹے کا پیدل راستہ ہے۔ جھیل سیف الملوک وادی کاغان کا حیران کن نظارہ ہے۔ جھیل کا پانی چمکدار، نیلا اور سبز رنگ کا ہے۔ یہ جھیل ایک عظیم شہزادے کے نام پر ہے۔ اس جھیل کی سطح سمندر سے بلندی ۳۰۰۰ میٹر ہے۔ دریائے کنہار میں ٹراؤٹ مچھلی پائی جاتی ہے جو ذائقے اور غذائیت میں اپنی مثال آپ ہے۔

فارسی زبان میں کہا جاتا ہے کہ سننا اور دیکھنا کبھی ایک جیسا نہیں ہوتا اس لیے اس وادی کے نظاروں کے بارے میں جتنا بھی بیان کروں کم ہے جب تک آپ اپنی آنکھوں سے خود نہ دیکھ لیں۔

پائلٹ آفیسر راشد منہاس

سمیع اللہ عمرانی
جماعت ہفتم، رائٹ ہاؤس

راشد منہاس شہید نے قوم کے لیے جو قربانی دی وہ ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔ ان کی قربانی کے اعتراف میں ان کو نشانِ حیدر سے نوازا گیا۔ راشد منہاس شہید ایک روٹین کی ٹریننگ پر جہاز کو رن وے پر لے جا رہے تھے کہ اُن کا انسٹرکٹر آیا اور جہاز پر ان کے ساتھ سوار ہو کر جہاز کا کنٹرول سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔ اُس کا ارادہ تھا کہ وہ پاکستانی جہاز کو دشمن ملک لے جائے۔ راشد منہاس شہید اس کے مذموم عزائم کو جان گئے اور انہوں نے اسی وقت کنٹرول ٹاور کو اس کے ناپاک ارادے سے آگاہ کیا۔ کنٹرول ٹاور سے حکم ملا کہ ہر صورت جہاز کو دشمن کی حدود میں داخل ہونے سے بچانا ہے۔ راشد منہاس شہید نے جہاز کو دشمن کی حدود میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے جان کی بازی لگا دی۔ اگرچہ اس غدار انسٹرکٹر نے کلوروفام لگے رومال سے آپ کو بے ہوش کرنے کی بھی کوشش کی لیکن اِس بہادر قوم کے بہادر سپوت نے اُس کی ایک نہ چلنے دی اور جہاز کو پاکستان کی حدود میں گرا دیا۔ خود شہادت کا اعلیٰ مقام حاصل کیا اور اس غدارِ وطن کو جہنم واصل کیا۔

سخنِ نو

کنگن

سید غلام سرور
اودھری، رائٹ ہاؤس

ثریا کی دنیا اُس کے کالج سے گھر تک محیط تھی۔ گھر میں ایک اپاہج باپ، ایک چھوٹا بھائی اور ماں تھی جو عمر کے اس حصے میں قدم رکھ چکی تھی جس میں بعض لوگ بستر سے جا لگتے ہیں۔ اُس کا ایک بڑا بھائی بھی تھا جو نیلم شہر میں اپنا میڈیکل اسٹور چلاتا تھا۔ وہی اس گھرانے کا واحد کفیل تھا۔ ثریا کا گھر جنت نظیر کشمیر کے شہر باغ کے قرب و جوار کی گمنام وادیوں میں واقع تھا۔ خدا نے اُسے ان وادیوں کی خوبصورتی میں سے کچھ حصہ عطا کرتے ہوئے نسوانی حسن کا مجسم نمونہ بنایا تھا۔ اُس کی سہیلیاں اُسے چھیڑتی تھیں: ''ثوری! یوں بغیر نقاب کے نہ نکلا کر، کہیں کوئی شہزادہ، نواب زادہ دل نہ ہار بیٹھے۔'' اور ثریا اُن کی باتیں سن کر جھینپ جاتی تھی۔ کہتی تو صرف اتنا کہ: ''بس اپنی پڑھائی پر دھیان دو، زیادہ باتیں نہ بناؤ۔''

مگر اُن کی باتوں سے جو اُس کے دل کے دیے کی لو پھڑ پھڑاتی تھی، اُس کا حال اُس کی سہیلیوں کو معلوم نہ تھا۔ پھر کچھ دنوں بعد کالج سے واپسی پر اُس کی مڈبھیڑ اُن کی برادری کے سردار کے بیٹے عمران سے ہوگئی۔ عمران سا خوبرو جوان اُس نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔ چند لمحوں کو تو وہ اپنے گردو نواح سے بے خبر ہوگئی۔ مگر جوں ہی وہ اس منظر کے سحر سے نکلی اُس نے گھر کی طرف سرپٹ دوڑ لگادی۔ اگلے دن کالج سے واپسی پر اُس کا ماتھا تب ٹھنکا جب اُس نے عمران کی ماں کو اپنے گھر میں موجود پایا۔ کچھ دیر میں یہ عقدہ وا ہوا کہ وہ ثریا کا رشتہ اپنے بیٹے عمران کے لیے مانگنے آئی ہیں۔ کسی کو بھلا کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ ثریا نے بھی شرماتے ہوئے رضامندی ظاہر کردی۔ یوں یہ رشتہ طے پا گیا۔ اب تو ثریا کی دنیا ہی بدل گئی تھی۔ وہ ہر وقت اپنی آنے والی زندگی کے متعلق حسین تانے بانے بنتی رہتی۔ وہ حال سے زیادہ خیال میں رہتی اور پھر جب اگلے ہفتے اُس کا بڑا بھائی عباس نیلم سے اپنے گھر واپس آیا تو ثریا کے رشتے کا سُن کر خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ موقع کو غنیمت جان کر زندگی میں پہلی مرتبہ ثریا نے فرمائش کر ہی دی کہ اُس کو شادی پر سونے کے کنگن چاہئیں۔ اُس کے بھائی نے فوراً ہامی بھرلی کہ وہ اُس کو شادی پر ضرور کنگن کا تحفہ دے گا۔ بہن کی خوشی دوبالا ہوگئی۔ جب وہ اپنی سہیلیوں کو کنگن کے بارے میں بتاتی تو وہ سب رشک بھرے لہجے میں کہتیں: ''ہائے ثوری! تو کتنی قسمت والی ہے، اتنا پیار کرنے والا بھائی ملا اور اتنا خوبرو منگیتر! تیری طرح کاش ہمارے بھی بخت کھل جائیں۔''

اور پھر جب شادی میں صرف ایک دن رہ گیا تو عباس ہنوز گھر نہیں پہنچا تھا۔ پہلے تو لوگ یہ سمجھے کہ شاید کام کی زیادتی کی وجہ سے کچھ دن پہلے نہیں آسکا۔ مگر اب تو سب کہہ رہے تھے کہ ایسا بھی کیا کام جو بہن کی شادی ہی میں نہ آنے دے۔ پہلے تو ثریا خود کو تسلیاں دیتی رہی۔ مگر شام تک وہ بھی نا امید ہوکر، رسوم کے جھنجھٹ سے جان چھڑوا کر چھت پر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ وہ اپنے بھائی سے بہت خفا تھی کہ انہوں نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔

اب اُسے اپنی سہیلیوں کے سامنے ہزیمت اٹھانا پڑے گی۔ جب اندھیرا ذرا گہرا ہوا تو باہر دروازے پر ذرا سی ہلچل مچی۔ ثریا نے جب کھڑکی سے نیچے دیکھا تو اُسے بلب کی روشنی میں اپنے بھائی کے چند دوست دروازے کے باہر نظر آئے۔ یقیناً اُس کا بھائی بھی اُن کے ساتھ ہوگا۔ بس اس خیال کے آتے ہی وہ: ''میرے کنگن آ گئے۔'' کا نعرہ لگاتے ہوئے نیچے دوڑی۔ مگر جب وہ دروازے پر پہنچی تو اُسے شدید دھچکا لگا۔ اُس کا بھائی خون میں لت پت بے جان ہو کر ایک چارپائی پر پڑا تھا اور اُس کا دوست ثریا کی ماں کو بتا رہا تھا ''خالہ اُس پار سے ایک شیل بازار میں گرا تھا۔ جس کے نتیجے میں عباس شدید زخمی ہو گیا۔ بے شمار لوگوں کی جانیں گئیں، کئی معذور ہوئے، ہم جب اُسے ہسپتال لے کر جا رہے تھے تو اُس نے مجھ سے کہا 'یار بس اب کچھ دم کا مہمان ہوں، یہ سب دوڑ دھوپ بے کار ہے اور پھر اُس نے جیب سے نکال کر مجھے یہ کنگن دیے اور یہ کہا' آج ہی رحیم سُنار کی دکان سے لایا ہوں، انہیں کل صبح تک میری بہن ثریا کے پاس پہنچا دینا ورنہ وہ پگلی ناراض ہو جائے گی۔''

ثریا کی آنکھوں کے سامنے دھندلکا چھانے لگا۔ اور وہ دھڑام سے زمین پر آ رہی۔ عورتیں اُسے سنبھالنے کو لپکیں، جب ثریا کو ہوش آیا تو صبح صادق کا وقت تھا۔ اُس نے خود کو صحن میں بچھی ایک چارپائی پر پایا۔ کسی نے اُس کے سرہانے کنگن بھی لا کر رکھ دیے تھے۔ اُس نے دیکھا کہ صحن کے درمیان اُس کے بھائی کی میت کے گرد عورتیں بین کر رہی تھیں۔ ہر آنکھ اشک بار تھی مگر ثریا کو رونا نہیں آ رہا تھا۔ شاید اُس کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ وہ سوچ رہی تھی کہ بیٹھے بٹھائے یہ قیامتِ صغریٰ اُن پر کیوں ٹوٹی۔ آخر اُن کا قصور کیا تھا۔ ان کا بھائی تو بے چارہ پر امن شہری تھا۔ جس کا کسی اور کی لڑائی سے کچھ لینا دینا نہ تھا۔ آخر یہ ہندوستان اور پاکستان کی لڑائی میں کب تک بے گناہ شہری مارے جاتے رہیں گے؟ کب تک جوان بہنوں کے سر سے بھائی کا سایہ اُٹھتا رہے گا؟ آخر کب تک شیر خوار یتیم اور سہاگنیں بیوہ ہوتی رہیں گیں۔ آخر یہ دونوں ممالک اس مسئلے کو پُر امن طریقے سے حل کیوں نہیں کرتے۔ اُس نے سرہانے پڑے کنگنوں کو اٹھایا۔ اُسے اپنے بھائی کا خیال آیا جس کی میت کو جنازے کے لیے لے جایا جا رہا تھا۔ وہ نڈھال ہو کر بستر پر گر پڑی۔ شاید پھر اُس پر غشی طاری ہو گئی تھی۔

دس منٹ

ناصر خان

انٹرمیڈیٹ سال دوم، پیک ہاؤس

دس منٹ کہنے کو تو کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ دس منٹ پلک جھپکتے ہی گزر جاتے ہیں مگر کبھی کبھی یہ دس منٹ عذاب بن جاتے ہیں یعنی ایک طرح سے انسان کے گلے کا پھندہ بن جاتے ہیں۔ آپ شاید سوچ رہے ہوں گے کہ میں ویسے ہی یہ سب کہہ رہا ہوں مگر میں آپ کو اس کی ایک مثال بتا دیتا ہوں۔ ہمارا گیارہویں جماعت کے بورڈ کا نتیجہ سال ۲۰۱۶ء کے دسویں مہینے کی دسویں تاریخ کو صبح دس بج کر دس منٹ پر آنا تھا۔ جیسے تیسے کر کے دن گزر گئے مگر دسویں مہینے کی دسویں تاریخ کو صبح جیسے ہی دس بج گئے تو بقیہ دس منٹ گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ ہر منٹ گھنٹے میں بدل گیا ہو اور ہر سیکنڈ نے منٹ کا روپ دھار لیا ہو۔ ہر ایک کی طبیعت خراب ہو رہی تھی۔ کسی کو علم نہیں تھا کہ دس بج کر دس منٹ پر اُس کی زندگی کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ کوئی دعائیں مانگنے میں مصروف تھا کوئی ایک دوسرے سے شغل لگانے میں مصروف تھا تا کہ اُن کو پریشانی کا احساس نہ ہو۔

جیسے ہی دس بج کر دس منٹ ہوئے تو ہر ایک کی زندگی بدل گئی۔ کوئی خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا اور کوئی غمزدہ ہو گیا تھا۔ جس نے پورا سال ایک ایک منٹ کو اہمیت دی، اُس کو صحیح طریقے سے استعمال کیا تو اس کو اس کا پھل بھی ملا۔

انوکھا پھل

عماد احمد
انٹرمیڈیٹ سال دوم، رائٹ ہاؤس

دنیا میں بہت سے پھلوں کا ذکر ہوتا ہے جو کہ مختلف حوالوں سے انسانوں کو تقویت اور راحت بخشتے ہیں۔ لیکن آج میں ایک ایسے پھل کے بارے میں بتانے جا رہا ہوں جسے کھا کر انسان کبھی نہیں مر سکتا اور رہتی دنیا تک زندہ رہ سکتا ہے۔ جس کی ایک مثال یہ ہے کہ کسی دانا و بینا شخص نے حکمت وہدایت کی خاطر بیان کیا کہ دنیا میں ایک عجیب وغریب ''درخت'' پایا جاتا ہے۔ جو شخص اس درخت کا ''پھل'' ایک مرتبہ کھائے ہمیشہ جوان و توانا رہے گا اور کبھی اس پر موت طاری نہ ہوگی۔ ایک بادشاہ نے سنا تو جی میں آیا ''اگر اس درخت کا پھل ملے تو کیا کہنے۔'' چناں چہ اُس نے اپنے مشیروں اور وزیروں سے ذکر کیا۔ سب نے ہاں میں ہاں ملائی کہ ''جہاں پناہ! اگر اس درخت کا پھل کھالیں تو رعایا ہمیشہ آپ کی زیر سایہ آباد اور خوش وخرم رہے گی۔''

غرض بادشاہ نے ایک ہوشیار مشیر کو اس درخت اور پھل کی تلاش میں روانہ کر دیا۔ وہ بے چارا مہینوں جنگل جنگل، صحرا صحرا مارا مارا پھرتا رہا، لیکن گوہرِ مقصود ہاتھ نہ آیا۔ جس کسی سے ایسے درخت اور پھل کا پتا پوچھتا، وہ ہنسی مذاق اڑاتا کہ ''میاں! سودائی ہوئے ہو کیا؟ بھلا ایسا درخت اور پھل بھی ہوتا ہے کیا؟'' کسی نے اچھا مشورہ دیا کہ ''میاں! کیوں دربدر خاک چھانتے پھر رہے ہو؟ ٹھنڈے ٹھنڈے جدھر سے آئے ہو، ادھر کو لوٹ جاؤ۔۔۔!''

وہ شخص اس طرح نت نئی باتیں سنتا اور اپنا مذاق اڑتا دیکھتا رہا۔ لیکن تھا وہ دھن کا پکا۔ ارادے میں خم نہ آنے دیا اور برابر کوہ ودشت کی خاک چھاننے چل پڑا۔ ایک برس بیت گیا۔ وہ اس علاقے کے گوشے گوشے، چپے چپے میں پھر چکا مگر بقائے دوام کے شجر کا کہیں نشان نہ ملا۔

تب مایوس ہو کر اپنے وطن واپس لوٹنے لگا۔ اس قدر محنت اکارت جانے سے غم کی کوئی انتہا نہ تھی۔ بدقسمتی پر آنسو بہاتا اور سوچتا جا رہا تھا کہ بادشاہ کو کیا منہ دکھائے گا۔ راہ چلتے کسی سے اُسے معلوم ہوا کہ یہاں ایک بزرگ رہتے ہیں۔ اس نے سوچا کہ شیخ عالی مرتبت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی مشکل بیان کروں تو ممکن ہے مایوسی راحت میں بدل جائے۔ چنانچہ یہ سوچ کر وہ چشمِ پُرنم سے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی نورانی صورت دیکھتے ہی اپنے آپ پر اختیار نہ رہا۔ ضبط کا دامن ہاتھ سے نکل گیا اور روتا ہوا ان کے قدموں میں جا گرا۔ اس قدر آنسو بہائے کہ شیخ کے پاؤں بھگو دیئے۔ شیخ نے اٹھا کر شفقت سے گلے لگا لیا اور پوچھا ''کیا بات ہے؟ اس قدر آشفتہ سری اور پریشانی کا سبب کیا ہے؟ تفصیل سے بیان کرو''۔

مشیر نے ساری بات تفصیل سے بیان کر دی۔ یہ سن کر شیخ ہنس پڑا، پھر ارشاد فرمایا: ''سبحان اللہ بھائی! تو نے بھی سادہ لوحی کی حد قائم کر دی ہے۔ ارے اتنا وقت خواہ مخواہ ضائع کیا۔ پہلے ہی میرے پاس چلا آتا اور معلوم کر لیتا۔ اب گوش وہوش سے سن کہ وہ شجر ''کتاب'' ہے اور اس سے حاصل

ہونے والا پھل ''علم'' ہے۔تو اور تیرا بادشاہ جہالت کی وجہ سے ظاہری پھل اور درخت کا دھوکا کھا گئے جبکہ یہ پھل اور درخت تو باطنی ہیں۔''

اس واقعہ کے علاوہ بھی دنیا میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جن سے علم کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔کتاب جیسا ''درخت'' اور ''علم'' جیسا پھل ان شاءاللہ کبھی انسان کو مرنے نہیں دے گا اور ہمیشہ توانا رکھے گا۔اگرچہ انسان ظاہری طور پر اس دنیا سے کوچ کر جائے گا لیکن اس کی کہی ہوئی باتیں، لکھی گئی کتابیں اور دیئے گئے لیکچر اُسے ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں زندہ رکھیں گے۔لوگ مرنے کے بعد بھی اس کی جلائی ہوئی شمع ہدایت سے فیض یاب ہوں گے۔

ہم نے تیمارداری کی

اجمل نیازی

جماعت چہارم، پیک ہاؤس

میں جماعت چہارم میں ہوں۔اس سال ۷ اکتوبر ۲۰۱۶ کو میرے ہاؤس کے دو لڑکوں کے ساتھ حادثہ پیش آیا۔اس دن ہمارا ریسٹ ختم ہونے والا تھا۔اور ہم سب جوگر پہن کر گیمز ٹائم کے لئے تیار ہو رہے تھے۔کچھ بچے معمول کے مطابق ڈارم میں کبڈی کا میچ کھیل رہے تھے۔ذیشان خان جو کہ جماعت سوم کا طالب علم ہے، جوتے پہن کر اپنی ڈارم میں جارہا تھا۔اُسی لمحے مہر شجر سرفراز (جماعت اول کا طالب علم) سامنے سے آرہا تھا۔ابوبکر نے شجر کو دھکا دیا تو ذیشان کا سر اس کے ناک پر لگا۔جب دس منٹ گزرے تو مس رضیہ نے دیکھا تو مس کو محسوس ہوا کہ شجر کے ناک کی نازک ہڈی اپنی جگہ سے سرک چکی ہے۔اس کو کالج اسپتال بھیج دیا گیا۔ڈاکٹر نے اس کے گھر فون کیا۔وہاں سے اس کو سی ایم ایچ مری لے جایا گیا کیوں کہ اس کے ناک کی سرجری ہونا تھی۔اگلے دن اس کے ابو آئے۔اس کے ابو کو ڈاکٹر نے بتایا کہ آپ کے بیٹے کے ناک کا آپریشن ہوگا۔ہماری ہاؤس مسٹریس اور میٹرن شجر کو دیکھنے سی ایم ایچ گئیں۔آپا جی تو مسلسل شجر کے ساتھ رہیں۔میٹرن نے ہمیں بتایا کہ شجر کو ڈرپ اور انجکشن لگے ہیں۔ہم لوگ بہت پریشان ہوئے کہ ہمارا دوست خطرے میں تھا۔ہم لوگوں نے اپنے دوست کے لئے کارڈز بنائے تاکہ وہ جلدی ٹھیک ہو جائے۔جب وہ کالج کے اسپتال میں واپس آیا۔تو ہم سب دوست اس کی تیمارداری کرنے ہسپتال گئے۔اسے کارڈز دیے اور کچھ وقت اُس کے ساتھ گزارا۔وہ بہت جلدی ٹھیک ہو گیا۔اب ہم اس کی ناک کو دیکھتے رہتے ہیں کہ اس کی ناک ٹھیک ہے یا کہ ٹیڑھی۔یہاں ایک بات تو بتانا بھول گیا کہ مہر شجر سرفراز ایک بہادر بچہ ہے۔وہ اُن مشکل حالات کے دوران ذرا بھی نہیں رویا۔ذیشان کہ جس کی ٹکر سے اُسے چوٹ آئی تھی، نے شجر سے معافی مانگی۔شجر نے ذیشان کو کھلے دل سے معاف کرتے ہوئے بولا کہ کوئی بات نہیں۔آپ نے جان بوجھ کہ تھوڑی ٹکر ماری تھی۔

لطیفہ

سعداللہ

جماعت ششم، ونگ ہاؤس

استاد (شاگرد سے): جس آدمی کو سنائی نہ دے، اُسے انگریزی میں کیا کہیں گے؟

شاگرد: جو مرضی کہہ دیں، اُسے کون سا سنائی دے گا؟

دیا

احمد سجاد ملک
جماعت دہم، رائٹ ہاؤس

شاداں نے ابھی سنِ جوانی میں قدم رکھا تھا۔ اس کا جسم نسوانی حسن کا مثالی نمونہ تھا جسے غربت کے ناگ اور فاقوں کے عفریت نے گھن لگا دیا تھا۔ اس کا باپ بالو سارا دن شراب پیتا تھا اور رات بھر جوا کھیلتا تھا۔ پہلے پہل تو بالو گھر کا سامان بیچ کر اللے تللے کرتا رہا، مگر جب کچھ نہ بچا تو اس نے اپنی بھینس بیچ ڈالی۔ اس طرح ایک مستقل آمدنی کا ذریعہ بھی ہاتھ سے جاتا رہا۔ شاداں اپنی ماں کے گزرنے کے بعد زمانے کی اونچ نیچ کو سمجھنے لگ گئی تھی۔ لہٰذا پیٹ کے جہنم سے مجبور ہو کر اس نے جوانی کے جوبن کو محنت کی بھٹی کی نظر کر دیا اور گاؤں کے چودھری کے گھر برتن مانجھنے لگی۔ روز جو تھوڑے بہت پیسے ملتے وہ بالو چھین لیتا۔ شاداں کو کچھ مل جاتا تو کھا لیتی ورنہ صبر و شکر کر کے بھوکی ہی سو جاتی۔ ایک دفعہ وباء پھوٹ پڑی اور گاؤں میں کئی لوگ بخار کے مارے بستر سے جا لگے۔ شاداں بھی اس کی لپیٹ میں آ گئی اور ہفتہ بھر بستر سے اٹھ نہ پائی مگر بالو اپنے اللے تللوں میں بدستور مصروف رہا۔ یہ تو بھلا ہو صغراں کا جو پڑوس سے آ کر اُس کی خیر خبر لے جاتی اور کچھ کھانے کو دے جاتی۔ ایک دن بالو جوا ہار گیا مگر اس کے پاس دینے کو کچھ نہ تھا۔ اوپر سے شراب کا اُدھار بھی بہت بڑھ گیا تھا۔ بالو نے برسوں کی رفاقت داری کا واسطہ دے کر کچھ دنوں کی مہلت مانگی مگر وہ کسی طور نہ مانے۔ ایک بولا یہ بڈھا ابھی ادا نہیں کر سکتا، کچھ دن بعد کیا دے گا۔ دوسرے نے کہا اس کی چھوکری جوان ہے، چلو اُسی سے قیمت وصول کرتے ہیں۔ بالو کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور وہ اُن پر جھپٹا مگر ان چار تنومند جوانوں کے سامنے اس کی ایک نہ چلی اور اگلے لمحے وہ چاروں شانے چت پڑا تھا۔ ان بدمعاشوں نے اس کی مشکیں کسیں اور ایک کونے میں پھینک کر دوسری کوٹھڑی کی طرف بڑھ گئے۔ ادھر شاداں بخار سے بے سدھ بستر پر نیم جان پڑی تھی۔ وہ چاروں ظالم بیک وقت اس پر جھپٹے اور اس نحیف و نزار، بے پر چڑیا کو دبوچ لیا۔ وہ چیخی "ابو مجھے بچاؤ" بالو کو یاد آیا آج سے ۳۵ سال قبل سکینہ بھی یونہی چیخی تھی۔ وہ چلائی "ظالمو! مجھ پر ترس کھاؤ" بالو کو یاد آیا سکینہ بھی اس کے سامنے گڑگڑاتی تھی مگر اسے اور اس کے دوستوں کو رحم نہ آیا تھا۔ شاداں بلبلائی "یا خدا! اب تو ہی میری مدد فرما"۔ بالو کو یاد آیا سکینہ کو بچانے بھی کوئی فرشتہ نہ آیا تھا اور پھر یادوں کی ایک رو بہہ نکلی۔ سکینہ نے کہا تھا ظالمو! خدا کی لاٹھی بے آواز ہے وہی میرا انصاف کرے گا۔ بالو کو خیال آیا آج وہی تو ہو رہا تھا۔ ادھر شاداں کی چیخوں کی جگہ سسکیوں نے لے لی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد وہ بھی معدوم ہو گئیں۔ اس قیامتِ صغریٰ کا شاہد کوٹھڑی کی طاق میں رکھا وہ "دیا" تھا جو بے زبان اور بے جان ہونے کے باوجود سب جانتا تھا۔ فلک پر مشرق کی طرف روشنی کی لکیر نمودار ہو رہی تھی اور ادھر دیئے کی روشنی گل ہو رہی تھی۔ دیئے نے اپنی ٹمٹماتی روشنی میں دیکھا کہ شاداں بے جان اور سرد ہو کر جان جانِ آفریں کے سپرد کر چکی تھی۔ اس کی روح یہ گھاؤ برداشت نہ کر سکی۔ ذلت کی زندگی پر موت کو ترجیح دی، مگر دیا بجھتے ہی سارے ثبوت اور شواہد اپنے آپ مٹ گئے۔ اس دن اس گھر سے دو جنازے نکلے، ایک شاداں کا اور دوسرا اس قرض کا جو بالو کے ذمہ تھا۔ اس دن کے بعد بالو کسی کو دکھائی نہیں دیا۔ کوئی نہیں جانتا وہ کہاں گیا مگر جب بھی کسی کو عبرت کا نمونہ پیش کرنا ہو تو کرم جلی شاداں اور بالو نشئی کا ذکر اپنے آپ آ جاتا ہے۔

محمد عمیر سرور
انٹرمیڈیٹ سالِ دوم، رائٹ ہاؤس

میں نے ہوش سنبھالا تو بدن میں ایک عجیب سا درد محسوس ہوا۔ مجھ پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ پورے جسم میں سوئیاں چبھتی محسوس ہوئیں۔ میں نے بلاتاخیر اردگرد کا جائزہ لیا۔ انتہائی تنگ وتاریک کمرا، کیڑے مکوڑوں کے رینگتے لشکر، بدبو کے بھبوکے، دیواروں سے وحشت ٹپکتی ہوئی، بچھوؤں کی بھرمار، سانپوں کا طیش، یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سب آناً فاناً مجھے کھا جانے کی تاک میں ہوں۔

میں نے اٹھنے کی کوشش کی مگر اپنا بدن بھاری بھرکم پایا۔ پراسرار طور پر یوں لگا جیسے کسی نے مجھے بڑی بے دردی سے زنجیروں سے جکڑ کر کانٹوں پر لٹکا دیا ہو۔ میں جگہ کا تعین کرنے کی کوشش میں تھا کہ اچانک میرے سامنے ایک سیاہ پوش، ہیبت ناک اور مہیب شکل کی مخلوق نمودار ہوئی۔ جس نے میرے دل ودماغ کو ہلا کر رکھ دیا اور میرے خوف میں قدرے اضافہ کر دیا۔

اس کی لال ابلتی آنکھیں اور ہاتھوں میں لوہے کا گرز دیکھ کر میں ورطہ حیرت میں آ گیا اور کانپتی سسکیوں بھری آواز میں بولا:

''میں ۔۔۔ میں کہاں ہوں؟ یہ کونسی جگہ ہے؟ میں یہاں کب اور کیسے آیا؟''

دہشت ناک آواز میں جواب ملا:

''تم اپنے اس گھر میں ہو۔ جہاں تمہیں کچھ عرصہ کیلئے تن تنہا رہنا پڑے گا۔ تمہیں اپنے ہر اچھے برے عمل کا حساب دینا ہے۔ آج تم اپنے کیئے گئے برے اعمال، برائیوں اور مظالم پر پچھتاؤ گے''۔

''کون سے اعمال؟ کن اعمال کا بدلہ؟''

''اگر زیادہ تجسس ہے تو پھر سنو! تم وہی گھٹیا اور غلیظ شخص ہو جس نے حسد جیسی برائی سے اپنے آپ کو گناہوں کی گندی گھاٹی میں اُتارا اور اپنی زندگی کے اصل مقاصد کو بالکل ترجیح نہ دی۔''

''تم وہی ہو جو اپنے سے کمتر لوگوں کو مذاق اور تنقید کا نشانہ بنا کر ان کی دل آزاری کرتے، کمزور اور نادار افراد کی حوصلہ شکنی کرتے، بڑوں سے بدتمیزی اور اپنے سے چھوٹوں پر ظلم تمہارا معمول تھا۔ تم نے غیبت، چغل خوری، غرور وتکبر، لالچ، جھوٹ، مفاد پرستی اور اس طرح کی بے شمار برائیوں سے اپنے ایمان کو کمزور سے کمزور تر کر دیا۔''

میں یہ سب سن کر سکتہ میں آ گیا۔ میں اپنے دفاع میں کچھ بولنے کے لئے پر تول رہا تھا کہ وہ پھر گویا ہوا:

''تم وہ بدبخت مسلمان ہو جس کے پاس کھیل کود، ٹی وی، میچ، فلموں اور فیس بک کیلئے تو بہت وقت تھا مگر خدا کی بارگاہ میں حاضری کیلئے پانچ منٹ تک نہ تھے۔ تم فلمی ستاروں اور پروفیشنل کھلاڑیوں کی تو تقلید کرتے مگر بزرگانِ دین کی صحبت تم کو ذرا نہ بھاتی تھی۔ تم اپنے دوستوں کے ساتھ فضول اور بے مقصد گپ شپ میں گھنٹوں وقت ضائع کرتے مگر کبھی نماز اور قرآن کی جانب متوجہ نہ ہوئے۔ تمہیں خدا کی ذات سے زیادہ اپنی نیند عزیز تھی۔''

میں پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔ میری آنکھوں سے لاتعداد آنسو رواں تھے۔ کیڑے مکوڑے مجھے بے دردی سے کاٹے جا رہے تھے۔ مجھے اپنا بچنا بالکل محال لگ رہا تھا۔ پھر آواز آئی:

''تم وہی فضول خرچ اور جاہل آدمی ہو جس نے اپنی ظاہری آرائش و زیبائش کو تو بہت قیمتی جانا مگر کبھی اپنے دل و دماغ اور نفس کو پاک کرنے کی کوشش نہ کی۔ تم نے مہنگے پرفیوم، گھڑیوں، چشموں اور سونے چاندی کے زیورات کیلئے تو پانی کی طرح دولت بہائی مگر گھر کے دروازے پر آئے ضرورت مند کو خالی ہاتھ لوٹا دیا۔ آج سے تم پر عذاب کی ابتداء ہو گئی ہے۔ تم اسی مٹی تلے ہو جس مٹی پر تم اکڑ اکڑ کر غرور سے چلتے تھے۔ یعنی اپنی قبر میں ہو''۔

یہ کہتے ہی وہ مخلوق آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ زہریلے سانپ اور کالے بچھو میرے جسم کو کتر رہے تھے۔ خوفناک تاریکی اور شدید تپش میری تڑپ، وحشت اور خوف کو بڑھا رہی تھی۔ اچانک وہ ہیبت ناک مخلوق دوبارہ ظاہر ہوئی اور مجھے لوہے کا گرز مارنے لگی تھی کہ۔۔۔ کہ میری آنکھ کھل گئی۔ میں اپنے کمرے میں، اپنے گھر میں اپنے پرسکون پلنگ پر موجود تھا۔

''حی علی الصلوۃ'' کی صدا آ رہی تھی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ یہ محض ایک خواب تھا اور فوراً اپنے اعمال پر توبہ استغفار کی، وضو کیا اور فجر کی نماز کیلئے مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ میں نے اس روز عہد کر لیا کہ کوئی ایسا کام نہیں کرنا جو اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کے منافی ہو۔ کسی کی دل آزاری سے انسان کو وقتی سکون تو مل سکتا ہے لیکن آخرت برباد ہو جاتی ہے۔

انسان دنیاوی مقاصد کی خاطر طرح طرح کی برائیوں میں تو گھر جاتا ہے مگر اس کی اخروی و ابدی زندگی میں اس کی ناکامی یقینی ہو جاتی ہے۔

گھوڑوں کا کھیل

سید ولید قمر شاہ

جماعت چہارم، رائٹ ہاؤس

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہمارے گاؤں کے ساتھ ایک میلہ لگا ہوا تھا۔ اُس میلے میں ہمارے گھوڑوں نے بھی حصہ لیا تھا۔ ہم گاڑی میں بیٹھے اور وہاں پہنچے۔ پہلے دن موسم بہت گرم تھا۔ ابو نے ہمیں کچھ رقم چیزیں کھانے کے لئے دی۔ اس دن ہمارے چچا اور ابو کے دوستوں کے گھوڑے ناچے۔ اسی دوران ہم کھانے کی چیزیں خریدنے چلے گئے۔ وہاں ہم نے جھولے بھی لئے۔ جب ہم واپس آئے تو ہمارے چچا کا گھوڑا ناچ رہا تھا۔ وہاں میرے بھائی نے ویڈیو بنائی اور واپس چلے گئے۔ اگلے دن ہم وقت پر آئے۔ ہمارے گھوڑے کی باری دس منٹ بعد آئی۔ چچا نے ہمارے گھوڑے کی ویڈیو بنائی۔ اُس دن درجہ حرارت ۴۰ ڈگری تک تھا۔ ہم جب گئے تو ہم گاڑی میں ایئر کنڈیشنر چلا کر بیٹھ رہے۔ وہاں ہمارے ابو بھی آ گئے۔ ابو نے سب کے لیے کھانا منگوایا اور سبھی نے مل کر کھایا۔ گرمی کی وجہ سے کسی کی مجال نہ تھی کہ گاڑی سے باہر نکلے۔ ہم آدھا میلہ چھوڑ کر گھر چلے گئے۔ چچا نے ہمیں بعد میں بتایا کہ آپ کے گھوڑے کی پہلی پوزیشن آئی ہے۔ ہم بہت خوش ہوئے۔

ون ویلنگ کا انجام

حافظ ابو ہریرہ

جماعت ہفتم، پیک ہاؤس

آج کل والدین اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو موٹر سائیکل دلوا دیتے ہیں اور بچے ون ویلنگ کے شوق میں اپنی اور دوسروں کی جان خطرے میں ڈالتے ہیں خصوصاً تہواروں مثلاً عید الفطر، عید الاضحیٰ اور جشنِ آزادی کے دنوں میں ون ویلنگ کرتے ہیں۔ ون ویلنگ کا شوق بہت خطرناک ہے اور اس شوق نے بہت سے لوگوں کی جان لی ہے۔ میرا ایک دوست تھا جو اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ لوگوں کی دیکھا دیکھی اُس کو بھی موٹر سائیکل چلانے کا بہت شوق پیدا ہوا۔ اکلوتا ہونے کی وجہ سے ماں باپ اس کی ہر خواہش پوری کرتے اور وہ جس چیز کی بھی فرمائش کرتا تھا ماں باپ اس کو دلوا دیتے۔

اس نے موٹر سائیکل کی فرمائش کی اور اس کو مل گئی۔ آہستہ آہستہ وہ موٹر سائیکل چلانا سیکھ گیا اور دوستوں کے ساتھ کبھی کبھار ریس بھی لگاتا۔ اس کے دوست ون ویلنگ بھی کرتے اور اس کو بھی ون ویلنگ کا کہتے، رفتہ رفتہ وہ بھی ون ویلنگ کرنا شروع ہوا۔ خاص موقعوں پر وہ دوستوں کے ساتھ شہر کی سڑکوں پر ون ویلنگ کرتا۔ نئے سال کے آغاز پر وہ دوستوں کے ساتھ ون ویلنگ کر رہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ وہ اس میں بہت ماہر ہو گیا ہے لیکن ون ویلنگ کے دوران اس کے موٹر سائیکل کا پہیہ دوسرے موٹر سائیکل سے ٹکرایا اور وہ بہت بُری طرح گِرا اور شدید زخمی ہو گیا۔ اس کو فوراً ہسپتال پہنچایا گیا لیکن سر میں چوٹیں آنے کی وجہ سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اس کے والدین اس صدمے سے نڈھال ہیں اور میں بھی اس کو یاد کر کے افسردہ ہو جاتا ہوں۔ کاش بے احتیاطی سے موٹر سائیکل چلانے والے اور ون ویلنگ کرنے والے اس واقعے سے سبق حاصل کریں اور احتیاط سے موٹر سائیکل چلائیں۔

خوشامد بری بلا ہے

حبیب اللہ

جماعت چہارم، درائٹ ہاؤس

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سمندر کے کنارے ایک ریچھ رہا کرتا تھا۔ اُسے بہت بھوک لگ رہی تھی۔ شکار کی تلاش میں وہ سمندر میں جا کر کھڑا ہو گیا مگر اُسے کھانے کو کچھ نہ ملا۔ اگلے دن جب وہ واپس گیا تو اُسے ایک مچھلی نظر آئی۔ ریچھ نے اُسے کہا تم کتنی خوبصورت ہو، تمہاری آنکھیں کتنی حسین ہیں۔ تمہارا رنگ کتنا سنہری ہے، کہیں نظر ہی نہ لگ جائے۔ ریچھ نے کہا ذرا سمندر سے باہر تو آؤ۔ مچھلی اپنی تعریف سن کر بہت خوش ہوئی اور سمندر سے باہر نکل آئی۔ ریچھ نے اسے پکڑا اور مزے سے کھا گیا۔

نتیجہ: خوشامد بری بلا ہے۔

اُڑان

قیس محمود

انٹرمیڈیٹ سال دوم، واکر ہاؤس

کالج میں پیرا گلائیڈنگ ٹریننگ کورس کا اعلان ہوا تو ہم نے بھی اس واردات میں شامل ہونے کے لیے اپنی ذات کا اسمِ گرامی پیش کر دیا۔ اور پھر یوں ہوا کہ ہم دھر بھی لیے گئے اور ہمارا نام جلی حروف میں نوٹس بورڈ پر آویزاں ہوا کہ یہ صاحب بھی اڑیں گے یا اڑائے جائیں گے۔ ہمیں بتا دیا گیا کہ کل صبح سب متاثرین اپنا ساز و سامان لے کر صبح کار پارک پہنچ جائیں، ورنہ لیٹ ہونے کی صورت میں سفر پر جانے کے لیے وہ کسی بھی صاحبِ اختیار کو متاثر نہ کر سکیں گے۔ یوں ہم بھاگم بھاگ وقتِ مقررہ پر کار پارک پہنچے اور فضاؤں کو مسخر کرنے کی جستجو لئے عازمِ سفر ہوئے۔ آنکھوں میں کچھ حسین خواب سجائے ہم ایبٹ آباد پہنچ گئے۔

ہمیں بتایا گیا کہ کچھ دیر میں ہم آرمی سکول آف فزیکل ٹریننگ میں پہنچنے والے ہیں۔ تھوڑی دیر میں بس ایک ویران جگہ پر رکی۔ ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ شاید گاڑی کا کوئی ٹائر پنکچر ہو گیا ہے جس کو بدلنے کے لیے یہاں گاڑی روک دی گئی ہے۔ آنکھیں کھول کر دیکھا تو ارد گرد کچھ عمارتیں بھی نظر آئیں۔ کان کھول کر سنا تو دبی دبی آوازیں یہ راز کھولتے سنائی دیں کہ یہی آرمی سکول آف فزیکل ٹریننگ ہے۔ اس وسیع و عریض میدان کے گرد چند عمارتیں دیکھ کر میں سوچ میں پڑ گیا کہ یہ عمارتیں بھی نہ ہوتیں تو گلشن کے کاروبار پر کیا فرق پڑتا؟

ایک خوبرو کپتان صاحب نے ہمیں خوش آمدید کہا اور ہمیں "واصل کمرا" ہونے کا اشارہ کیا گیا۔ کمروں کا رخ کرنے کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ عمارتیں اپنے اندر قیام و طعام کا وسیع انتظام سنبھالنے کی اہلیت رکھتی ہیں۔ اس خوبی کا درست اندازہ ہمیں آنے والے دنوں میں ہو گیا۔

اگلی صبح ناشتے کے بعد گراؤنڈ میں جمع ہونے کا حکم نامہ مل گیا اور ہمیں مختلف گروہوں میں بانٹ دیا گیا۔ ہر ایک گروہ کو ایک گروپ انسٹرکٹر کے حوالے کر دیا گیا۔ ان گروپ انسٹرکٹر صاحبان کو حکامِ بالا کی جانب سے تاکید کی جا چکی تھی کہ اِن ممولوں کو شاہین بنا کر ہی واپس بھیجنا ہے۔ ہمیں جس گروپ انسٹرکٹر صاحب کے حوالے کیا گیا انہیں پہلے جائزے میں دیکھنا ممکن ہی نہ تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ ہینگر میں وردی لٹکا کر اُس میں روح پھونک دی گئی تھی۔ مونچھوں کے سوا کچھ اور نظر نہ آ رہا تھا۔ ذرا غور کیا تو ایک عدد چہرہ مونچھوں کے پیچھے ٹنگا ہوا دکھائی دیا۔ اول اول انہوں نے ہمیں اس ٹریننگ کے حوالے سے معلومات فراہم کرنے کی کوشش کی مگر ہم بھی کہاں کسی کی سننے والے، جو بات بھی ہماری سماعتوں کی طرف آئی ہم نے اسے بھول بھلیوں میں گم کر دیا۔ مختصراً یہ کہ سب سنی اَن سنی کر کے ہم نے اپنی طالب علمیانہ شان پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔

ٹریننگ کے آغاز پر ہمیں پتہ چلا کہ ہمارے انسٹرکٹر صاحب کے ساتھ واقعی دھوکا ہوا ہے۔ اُن کے جسم میں گلے کی جگہ کوئی توپ نما چیز فٹ کر دی گئی تھی۔ ہمیں اس معاملے پر ایک سائنسی تحقیق پر مبنی مقالہ لکھنے کا خیال بھی آیا کہ اس باریک۔۔۔۔ بہت ہی باریک گلے سے اتنی بھاری۔۔۔۔ بہت ہی بھاری آواز کیسے نکل سکتی ہے۔ خیر، خون پسینہ ایک ہونے کا مطلب اب سمجھ میں آنے لگا۔ بھرپور عرق ریزی کے بعد ایک روز ''منگ'' جانے کا حکم نامہ موصول ہوا۔ اگلی صبح بس میں سوار ہو کر منگ پہنچے۔ حکم ملا کہ اپنے گلائیڈر کو اٹھائیں اور بلندی پر پہنچائیں تا کہ یہ بھی اپنے اوپر کیے جانے والے احسان کا بدلہ اتارتے ہوئے آپ کو بحفاظت بلندی سے زمین پر اتار دے۔ وہ کڑا وقت بھی ہم پر آ کر گزر ہی گیا کہ جب ہم رسیوں اور بیلٹوں میں جکڑے گئے۔ اب ہم اڑان کے لیے تیار تھے۔

آخری وقت میں مختصراً یہ بتایا گیا کہ آپ کے زمین یا زیرِ زمین پہنچنے میں تدبیر سے زیادہ تقدیر کا عمل دخل ہے۔ پھر وہاں سے پرواز کرتے ہوئے پہلے تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا مگر پھر سب صاف نظر آنے لگا۔ زمین پر پاؤں پڑتے ہی خدا کا شکر ادا کیا کہ ہم نے فضاؤں کو بھی مسخر کر لیا ہے اور ''شہیدِ راہِ فضا'' ہوتے ہوتے رہ گئے۔

ایک درخت کی آپ بیتی

سردار ثناء اللہ
جماعت ہفتم، پیک ہاؤس

میں ایک درخت ہوں۔ میرا جنم کشمیر کے پہاڑوں میں ہوا۔ کشمیر کی زمین نے میری آبیاری کی۔ جوں جوں میں بڑھتا گیا میں آس پاس کے درختوں میں اپنی خوبصورتی کی وجہ سے منفرد نظر آنے لگا۔ میں اپنی خوبصورتی اور جسامت کی وجہ سے بہت خوش تھا کہ میرے ساتھ والے درخت نے میرے کان میں کہا کہ گاؤں والے اب تمہارا بھی شکار کریں گے۔ میں نے کہا، کیوں میں تو لوگوں کو صاف ہوا اور سایہ دیتا ہوں، ہمارے ہونے سے تو یہ سیلاب سے بچے ہوئے ہیں، موسم کی شدت سے بچے ہوئے ہیں۔

ابھی میں یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ کچھ لوگ ہاتھوں میں کلہاڑے لیے میری طرف آتے دکھائی دیے۔ میں بہت چیخا چلایا لیکن وہ کلہاڑے چلاتے رہے۔ کچھ ہی دیر میں اُنہوں نے مجھے زمین سے الگ کر دیا۔ میں وہ تکلیف الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ انہوں نے میرے جسم کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیے اور مجھے ٹرالی میں ڈال کر لے گئے۔ میں ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں بڑے بڑے آرے لگے ہوئے تھے۔ اُن آروں نے بڑی صفائی سے میرے تختے کر دیے۔ اُس کے بعد مجھے پتہ نہیں چلا کہ میرے ساتھ کیا ہوا۔ میں جب ہوش میں آیا تو میں نے دیکھا کہ میرا جسم کرسیوں اور میزوں میں تبدیل ہو گیا ہے۔ پہلے تو مجھے بہت افسوس ہوا لیکن جب میں نے دیکھا کہ میں بچوں کے اسکول میں ہوں تو پھر مجھے کچھ اطمینان ہوا۔ بچے بھی مجھے دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ آہستہ آہستہ میری اُن کے ساتھ دوستی ہونے لگی۔ لیکن پھر بھی کبھی کبھی مجھے اپنا جنگل یاد آتا رہتا تھا۔

یوں زندگی گزرتی گئی اور آہستہ آہستہ میں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا۔ جب میں قابلِ استعمال نہ رہا تو اسکول انتظامیہ نے مجھے گودام میں رکھوا دیا۔ اب میرے جسم پر دیمک کا راج ہے اور میں کچھ ہی دنوں کا مہمان ہوں۔ لیکن خوش ہوں کہ میری زندگی رائیگاں نہیں گئی۔ میں آپ سے بھی یہ درخواست کرتا ہوں کہ اپنی زندگی کو فضول اور بے معنی کاموں میں ضائع نہ کیجیے۔ کچھ ایسا کام کر جائیں کہ دنیا آپ کو یاد رکھے۔

نینداور گیلین

عثمان اسحاق

انٹرمیڈیٹ سالِ دوم، پیک ہاؤس، معاون مدیر

نینداور گیلین کا ۱۸۶۰ء سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ان کی دوستی کی مثالیں اکثر و بیشتر لارنس کالج میں دی جاتی ہیں۔ میں بھی آج ان کی دوستی کا ایک نمونہ آپ کے سامنے پیش کرنے جارہا ہوں۔ میں آپ کو پی ٹی کے دنوں کے گیلین کے معمول کے بارے میں بتانے جارہا ہوں۔

سب سے پہلے صبح سویرے نہ اٹھنے کا مسئلہ، اسلم جی (ہاؤس بیرا) جیسی مشین گنز رکھی ہوئی ہیں جن کی آوازیں بے مثال ہیں۔جن کو گیلین کو نیند سے اٹھانے کی ہمت پر اکیس توپوں کی سلامی دی جائے تو وہ بھی کم ہے۔

ہاں کچھ عظیم لوگ جنھیں عام طور پر ''پوستی'' کے لقب سے بلایا جاتا ہے وہ اپنی عظمت کا اظہار کرتے ہوئے مشین گن کا جواب بھی ''خراٹے'' سے دیتے ہیں۔ایسے لوگوں کو نیند سے اٹھانا ایک ہی دن میں کیمسٹری کی کتاب حفظ کرنے کے مترادف ہے۔ان لوگوں کا عام طور پر منشور یہ ہوتا ہے ''پوستی کو نیند سے جگانا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔'' میرے اپنے ایک ہم کمرا ساتھی اس سے بھی کہیں زیادہ عظیم ہیں۔

خیر موضوع کی طرف واپس آتے ہیں۔جو ہے ''گیلین کا روزمرہ کا معمول اور نیند''۔ مجھے اپنے موضوع کی جڑیں کیمسٹری کے پیریڈ میں پیوست ہوتی ہوئی نظر آتی ہیں۔صبح تو جیسے تیسے گیلین اٹھ ہی جاتا ہے مگر پی ٹی پر جاتے ہوئے آدمی نیند کی حالت میں ہوتا ہے۔مقررہ وقت پر نہ پہنچنے کی پاداش میں ''سر عطاالرحمٰن اپنے مخصوص، بارعب اور نیند سے بیدار کردینے والے لہجے میں ''پش اپس'' کا حکم دیتے ہیں۔اُن کا یہ حربہ گیلین کو ''پش اپس'' نکالنے کے بعد سیڑھیاں اتر کر قطار میں کھڑے ہوجانے تک گیلین کو نیند سے دور رکھتا ہے۔''پی ٹی'' کے دوران گیلین کو نیند سے بیدار کرنے کے لئے عطاالرحمٰن صاحب کے ہمراہ فزیکل ٹرینرز کی ایک شاندار ٹیم موجود ہے۔جن کی زوردار آواز گیلین کے کانوں پر راکٹ کی طرح آکر گرتی ہے لیکن ''پی ٹی'' کے بعد نیند کا دوبارہ گیلین سے اپنی پرانی دوستی کا ثبوت خوابیدہ ہوجاتا ہے۔بعد میں ناشتے سے لیکر کیمسٹری کا لیکچر آتے ہی یہ دونوں اپنے جذبات پر قابو کھو بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے سے جا ملتے ہیں۔ کچھ پڑھائی کے بارے میں فکرمند حضرات جاگنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اور باقی تمام حضرات نے اپنے ساتھی کو تاکید کی ہوتی ہے کہ جب اُستاد صاحب اگلے صفحے پر پہنچ جائیں تو وہ انہیں صفحہ پلٹنے کا بول دے مگر ان کا ساتھی خوابِ غفلت سے تب بیدار ہوتا ہے جب لیکچر ختم ہو چکا ہوتا ہے۔

پھر باری پہلی پریپ سے پہلے آرام کے لئے میسر وقت کی آتی ہے۔نمازِ ظہر کے بعد نیند ایک بار پھر اپنی برسوں پرانی دوستی نبھاتی ہے اور پریپ سے پہلے اُٹھتے وقت گیلین کو خوب ذلیل کرتی ہے۔آخر کار ''فلیگ'' کے ڈر سے اُسے بیدار ہونا ہی پڑتا ہے۔اُس کے بعد آخری پریپ کی باری آتی ہے۔کچھ لوگ تو آخری پریپ کا بھی انتظار نہیں کرپاتے اور کھیل کے اوقات میں کھیلنے کی بجائے خراٹے مارتے ہیں۔دن بھر نیند کے لیے ترستے گیلین کو بالآخر رات کے وقت ''لائٹس آؤٹ'' کے بعد اپنی محبوبہ نیند کی ایسی قربت نصیب ہوتی ہے کہ ان کے درمیان اس وقت کوئی حائل نہیں ہوتا۔میر تقی میر بھی یہ شعر بیان کرتے ہوئے ''اولڈ گیلین'' ہی لگتے ہیں:

سرہانے میؔر کے آہستہ بولو
ابھی تک روتے روتے سو گیا ہے

خوشبو

حمدِ باری تعالیٰ (انتخاب)

محمد رافع علی
انٹرمیڈیٹ سالِ دوم، پیک ہاؤس

حمد کب آدمی کے بس میں ہے
ایک حسرت نفس نفس میں ہے

فکر کیا سوچ کر ہے بال کشا
جس کی پرواز ہی قفس میں ہے

دو جہاں جس کے تابع فرماں
کب کسی کی وہ دسترس میں ہے

ہے بقا اس کی ذات کو شایاں
جلوہ فرما وہ پیش و پس میں ہے

اس کی موجِ کرم سے ہی تائب
زیست کی لہر خار و خس میں ہے

(شاعر: حفیظ تائب)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

علی عثمان
او تھری، رائٹ ہاؤس

اُن سے الفت کے گیت گاتا رہوں
عنایتوں کے قصے سناتا رہوں
ان کی محبت کے رواں دریا دیکھ کر
درِ رسول ﷺ پہ پیاس بجھاتا رہوں
دشمنوں کو بھی معافی جو عام تھی
میں عافیت کی صدائیں لگاتا رہوں
قرآن کی سچی تفسیر ہیں وہ
میں ورق اِک اِک الٹاتا رہوں
دامن میرا گناہوں سے تر ہے
تری رحمت کو ہر دم بلاتا رہوں

خودکلامی

محمد آصف بلوچ
جماعت نہم، پیک ہاؤس

گونگی ہو گئی آج کچھ زباں کہتے کہتے
ہچکچا گیا خود کو میں مسلماں کہتے کہتے
یہ بات نہیں کہ مجھ کو اس پر یقیں نہیں
بس ڈر گیا خود کو صاحبِ ایماں کہتے کہتے
کسی نے جو پوچھا ہے یہ کون سا مہینہ
شرم سے گر گیا پانی رمضاں کہتے کہتے
گرد سے اٹی کتاب کا جو اُس نے پوچھا
میں گڑ گیا زمیں میں قرآن کہتے کہتے

عبدالستار ایدھی

محمد نافع

جماعت ہفتم، واکر ہاؤس

شاداں تو ہوں گے آج آسماں والے
اک فرشتہ صفت انساں زمیں سے آیا ہے
جسدِ خاکی اک نابینا معلوم ہوتا ہے
آنکھیں دے کر اُس نے ہر سُو نور پھیلایا ہے
سنا تھا ابنِ آدم بے شمار ہیں لیکن
ایدھی اکیلا یتیموں کے حصے میں آیا ہے
مت مارنا مجھے کھِلانے کے ڈر سے بابا
اِک جھولا ہے، غریب آدمی نے بنایا ہے
لاشیں گرانے والو! اب تو بس کر دینا
ہماری لاشیں اُٹھانے والا چل دیا ہے

جگنو

حسنین خان

جماعت چہارم، ونگ ہاؤس

میں تو چمکوں راتوں میں
ساون اور برساتوں میں
بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھلاؤں
بھولے ہوؤں کو گھر پہنچاؤں
دوسروں کی خدمت ہے عبادت
اس سے ملتی ہے دل کو راحت
مانا زندگی میری ہے بہت کم
پھر بھی ہے مجھ میں خدمت کا دم

علم

محمد سروش خان

جماعت پنجم، واکر ہاؤس

علم کرو ہر دم حاصل
بن جاؤ تم بھی قابل
علم سے حکمت
علم سے عظمت
علم سے نعمت
علم سے طاقت
اس سے بڑھاؤ اپنی شان
علم سے کر دو دنیا روشن
جگمگ کر دو پاکستان

فطرت کے ہیں رنگ نرالے

حارث علی

جماعت چہارم، واکر ہاؤس

فطرت کے ہیں رنگ نرالے
ہم سب کے ہیں دیکھے بھالے
آگ اور پانی کی ضد پرانی
جلتی آگ کو بجھائے پانی
دن آئے اور جائے رات
جنم جنم کا ان کا سات
فطرت کے ہیں رنگ نرالے
ہم سب کے ہیں دیکھے بھالے

کوئی بات ہے

محمد شاہ میر ہاشمی
جماعت دہم، پیک ہاؤس

میں تجھے سنتا رہا،
یہ خیال بنتا رہا
کوئی بات ہے تیری بات میں
کچھ خاص ہے انداز میں
تیری آس پہ پہلے بھی جیتا رہا
ہوں آج بھی تیرے خیال میں
تیری بات میں، تیری ذات میں
میری زندگی ہے تیرے ہاتھ میں
اے وعدہ فراموش!
اب آ بھی جا......
بیٹھا ہوں تیری راہ میں
تیری جستجو
میری آرزو
ہوں بھٹک رہا تیرے واسطے

یاد

ملک مصطفیٰ
جماعت پنجم، واکر ہاؤس

آتے ہیں یاد مجھ کو
چھٹیوں کے وہ مہینے
بے فکری سے وہ ہر دم
دوستوں کو ستانا
اپنی مرضی سے کھیلنا،
اپنی خوشی سے جانا
کیا بدنصیب ہوں،
چھٹی کو ترس رہا ہوں
ساتھی تو ہیں گھروں میں،
سزا میں بھگت رہا ہوں
جب سے پیریڈ شروع ہوا ہے
یہ حال ہو گیا ہے
سوال دماغ کھا رہا ہے،
دانت ببل چبا رہا ہے
گانا اسے سمجھ کر
خوش ہو نہ سننے والے
ٹیسٹ میں فیل ہونے والوں کی
فریاد یہ صدا ہے
معاف مجھ کو کر دے
اے سزا دینے والے
میرے ہاتھ تھک گئے ہیں،
میں گھر جا رہا ہوں

خالہ جان

ہدائم بابر عباسی
جماعت پنجم، واکر ہاؤس

سکھر سے آئیں خالہ جان
بچوں کی اب نکلے گی جان
خالہ جان ہیں غصے کی تیز
دیکھنے میں لگتی ہیں انگریز
جو کوئی بھی کرے شرارت
آ جائے پھر اس کی شامت
بچے اُن سے ڈرتے ہیں
کونوں میں دبکے رہتے ہیں
ہدائم تم بھی خیر مناؤ
اچھے بچے بن کے دکھاؤ